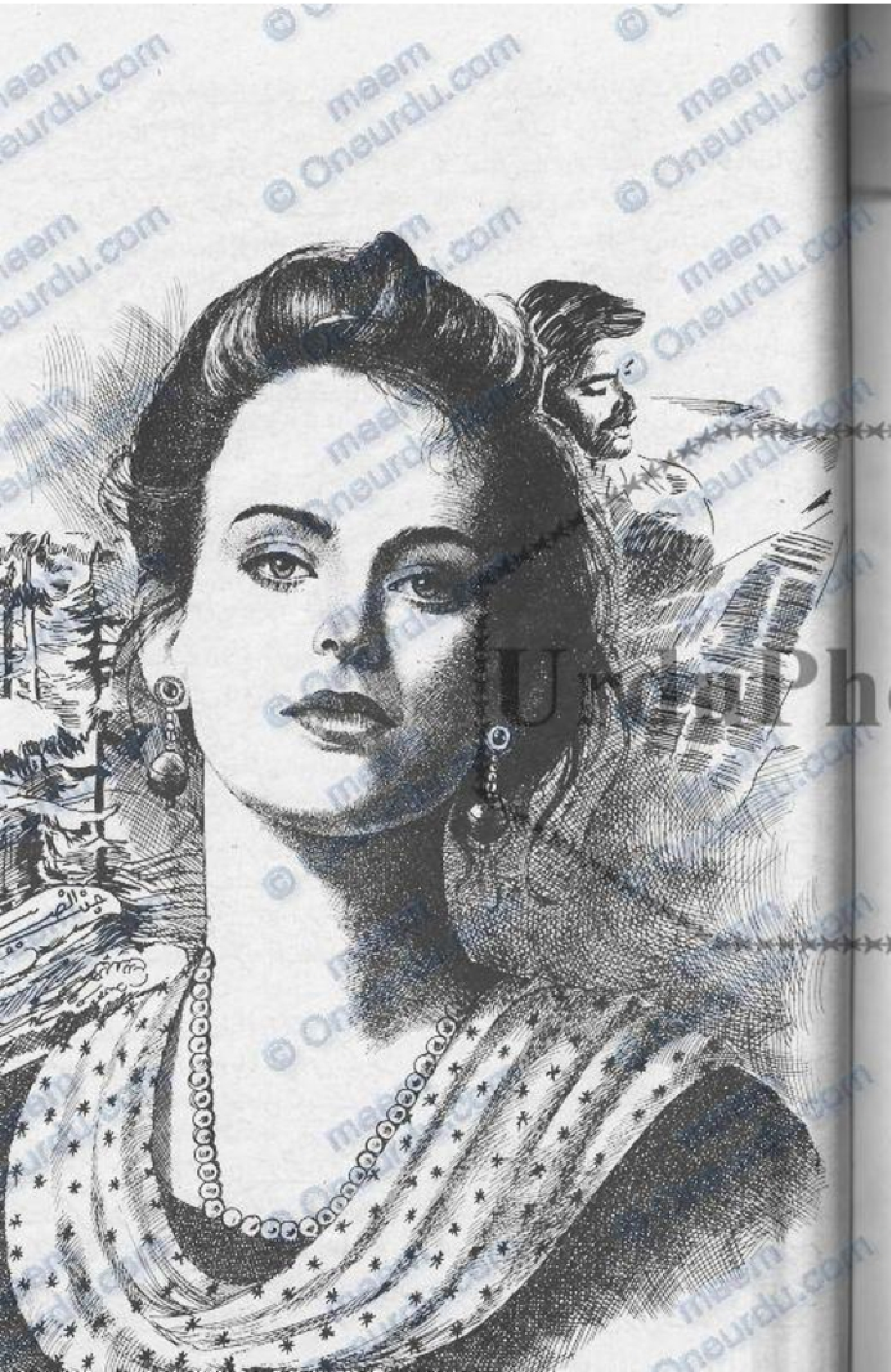

نایاب جیلانی

اُجالے ڈوبے نہیں

منگنی کی ڈیٹ فکس تھی۔ دونوں طرف زورو شور سے تیاریاں کی جارہی تھیں۔ رسوں مومنہ کی ساس بذات خود اسے اپنے ساتھ شاپنگ کروانے لے گرگئی تھیں۔ کپڑے' جوتے اور زیورات سب میں اس کی مرضی اور پسند کا خیال رکھا گیا۔

ماں جی تو اتنا بہترین رشتہ مل جانے پر خوشی سے نہال ہورہی تھیں۔ ان لوگوں کی سلجھی سوچ' شرافت

ناولٹ

و نجابت نے ماموں کو بھی بے حد متاثر کیا تھا اسی لیے انہوں نے تھوڑی بہت جانچ پڑتال کے بعد ہاں کردی۔

لیکن صبح صبح آنے والا فون گویا قیامت کی خبر لایا تھا۔ ماں جی تو سنتے ہی غش کھا کر گر پڑیں۔ عائشہ دوڑ کر پانی لے آئی۔ مومنہ نے بھاگم بھاگ ڈاکٹر کو فون کرکے بلایا۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد ان کی طبیعت کچھ سنبھلی تو اس "فسادی" فون کا خیال آیا۔ سامعہ بھابی' ماں جی کو تسلیاں دلاسے دے رہی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ ماں جی کو سننے میں مغالطہ ہوا ہے۔ انہوں نے تصدیق کرنے کے لیے دوبارہ فون ملایا تو بزی کی ٹون سنائی دی۔

چنانچہ وہ میاں کے ہمراہ مومنہ کے سسرال اصل بات معلوم کرنے کے لیے چلی گئیں۔ واپسی پر ان کی اتری صورتیں دیکھ کر بدترین خدشات کی تصدیق ہوگئی تھی۔ ماں جی نے دل تھام کر ارحم کو کوسنے دینے شروع کردیے۔ اس کی خباثت رنگ لے آئی تھی۔

ماموں بھی ——— آگئے تھے اور اب سر تھامے اپنے لخت جگر کا انتظار کررہے تھے جس نے انہیں رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ ماموں ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے شدید غصے میں تھے۔ وقتاً فوقتاً" اپنی نصف بہتر پر اک سلگتی نگاہ ڈال کر وہ کوئی ایسا کٹیلا جملہ بول دیتے تھے جسے سن کر نبیلہ ماں کے رونے میں مزید اضافہ ہوجاتا۔ فرمان کا خیال تھا کہ ارحم کو نبیلہ کے بے جا لاڈ پیار نے بگاڑ کر رکھ دیا ہے اور اب انہیں سارا قصور اپنی بیوی کا ہی نظر آرہا تھا۔

"میں نے اس عورت سے کہا تھا کہ یہ سرکش اس قابل نہیں ہے۔ مت اس کے اتنے ناز نخرے اور لاڈ اٹھایا کرو مگر ——" لب بھینچ کر انہوں نے گھڑی کی طرف دیکھا جو کہ دس بجا رہی تھی۔ انہوں نے تھک ہار کر نشست سنبھالی اور بڑے بیٹے رحیم سے مخاطب ہوئے۔

"ایک دفعہ پھر ٹرائی کرو۔ شاید آن کیا ہو اس نے موبائل۔" جوں جوں گھڑی کی سوئیاں آگے بڑھتی جارہی تھیں ماں کے غصے پر ممتا غالب آنے لگی۔ دیر سویر تو اکثر ہی ہوجاتی تھی۔ وہ جب بھی دیر سے گھر

آتا۔ نبیلہ اسی طرح اس کے آنے تک بے قرار رہتیں۔ اس کی سلامتی کی دعائیں مانگتے ہوئے انہوں نے شوہر کے پتھریلے چہرے کی طرف دیکھا۔ فرمان کے چہرے پر نرمی کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔

سامعہ بھابی تومی کو سلانے چلی گئیں تو فرمان کے کہنے پر رحیم کو بھی اٹھنا پڑا۔ نبیلہ نے کرن کو بھی سونے کے لیے بھیج دیا اور پھر کچھ سوچ کر آہستگی سے بولیں۔

"آپ بچے کی بات مان کیوں نہیں جاتے۔ پتا بھی ہے کہ وہ کتنا ضدی اور خود سر ہے۔ کل کو اگر اس نے کوئی انتہائی قدم اٹھالیا تو پھر....." نبیلہ نے کانپتی آواز میں اپنی بات مکمل کی تھی۔ فرمان نے سرخ آنکھوں سے نبیلہ کی طرف دیکھا۔

"اگر مومنہ کی جگہ کرن ہوتی تب بھی آپ یہی کہتیں۔ میں اس عیاش، آوارہ کے حوالے اپنی بھانجی کردوں۔ اور قیامت کے روز اپنی بہن کو کیا جواب دوں گا۔" ان کے لہجے میں بلا کی کاٹ تھی۔ نبیلہ ہونٹ کاٹتی لب بھینچ کر رہ گئیں۔

ارحم کے لیے ایسے سخت الفاظ سن کر ان کی آنکھیں بھر آئیں۔ نہ جانے کہاں تربیت میں کوتاہی رہ گئی تھی کہ ارحم اس حد تک سرکشی پر اتر آیا تھا۔ نہ ماں کا لحاظ کرتا تھا اور نہ ہی باپ سے کلام کرتے ہوئے اس کی نگاہیں جھکتیں۔ بس ایک ضد سر پر سوار تھی جس نے تمام ادب و لحاظ اور احترام تک بھلا کر رکھ دیا تھا۔

مومنہ کے رشتے کے لیے جو بھی آتا تو اس کی موہنی سی صورت دیکھ کر فدا ہی ہوجاتا لیکن اس کے بعد دوسری طرف گہری خاموشی چھا جاتی تھی۔ پہلے پہل نبیلہ نے اسے اپنا وہم سمجھا تھا مگر اس دفعہ تو تصدیق ہوگئی تھی کہ اس ساری کارروائی کے پیچھے ارحم کا ہاتھ ہے۔ کس قدر سبکی ہوئی تھی ان کی تمام خاندان والوں کے سامنے لیکن یہی بات ارحم کے مغز میں سماتی نہیں تھی۔ اب تو پورے خاندان بھر میں دبی دبی سی باتیں ہونے لگی تھیں۔ لوگ منگنی ٹوٹنے کی "وجہ" جاننے کو بے تاب ہوتے۔ چھوٹی سی بات کو مرچ مسالا لگا کر اچھالا جاتا۔ لوگ طرح طرح کے فقرے کستے، الزام لگاتے۔ اس کے کردار تک کو داغ دار کیا جاتا تھا۔ اس تمام صورت حال نے مومنہ کو بھی بے حد تکلیف و پریشانی میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اس روز روز کے ڈرامے نے اسے ذہنی اذیت کا شکار کردیا۔

سوچ سوچ کر اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھنے لگا تھا۔ ارحم کا نام سنتے ہی اس کا حلق تک کڑوا ہوجاتا۔ وہ اس شخص سے شدید ترین نفرت کرتی تھی۔ وجہ اس کی مشکوک سرگرمیاں اور واہیات قسم کی حرکتیں تھیں جو اس جیسی سنجیدہ مزاج لڑکی کو انتہائی کوفت زدہ کردیتیں۔ وہ اس گھر میں بہت چھوٹی سی تھی جب آئی تھی۔ نہ جانے کب ارحم کی نظروں کے انداز بدلے تھے۔ کب اس نے مومنہ کی تصویر دل میں سجالی تھی۔ کب ارحم کے دل نے اس کی طلب کی تھی۔

وہ ارحم کی طبیعت سے اگرچہ واقف ضرور تھی۔ مگر اس سے اس حد تک کمینگی کی توقع ہرگز نہیں تھی اسے۔ نہ جانے کیا کہہ کر اس نے ان لوگوں کو بدظن کیا تھا۔ مومنہ کو منگنی ٹوٹنے یا رشتہ نہ ہونے کا افسوس نہیں تھا۔ دکھ تھا تو صرف یہ کہ اس کے کردار کو رگیدا جارہا تھا۔ اس کے پاکیزہ وجود پر کیچڑ اچھالا جاتا۔ سوچتے سوچتے نہ جانے کب نیند کی دیوی مہربان ہوگئی تھی۔

جب وہ اٹھی تو اجالا ہر سو پھیل چکا تھا۔

اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی اور پھر خود کو لعن طعن کرتی واش روم میں گھس گئی۔ نماز تو قضا ہوچکی تھی لہٰذا وہ معمول کی سورتیں تلاوت کرکے نیچے چلی آئی۔

کچن میں جھانکا تو ناشتے کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ چولہا ٹھنڈا پڑا تھا۔ لاؤنج سے باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ آہستگی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آرکی۔ جھری میں سے جھانکا تو ارحم سمیت سب گھر کے افراد بالترتیب صوفے، تخت اور کارپٹ پر بیٹھے نظر آئے۔ وہ سامنے ہی صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے تفاخر سے بیٹھا نہ جانے کس زعم میں تھا۔ ماموں شاید گرج برس کے خاموش ہوچکے

...اسے اندر آتا دیکھ کر وہ نہایت دیدہ دلیری سے گویا

"...آئیں ملکہ عالیہ! آپ کا ہی انتظار ہو رہا تھا۔ آج ...ے اٹھی ہیں۔ کیا منگنی نہ ہونے کا غم مناتی رہی ...رات بھر۔" اس کے طنز میں ڈوبے الفاظ نے ...کے تن بدن میں آگ لگادی تھی۔ رحیم بھائی ...امتی نظروں سے اسے گھورا جبکہ اس ڈھیٹ پر کیا ...ہوتا تھا۔ وہ اسی طرح دل جلانے والی مسکراہٹ ...سجا کر مومنہ کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ ارحم کی اس ...کھول کر رہ گئی۔

"...اب تو آپ لوگوں کو یقین آگیا ہوگا۔ آئندہ کسی ...اسٹوپڈ شخص کے ساتھ اس کی منگنی کرنے کا ...گا بھی مت اور نہ ہی طرح طرح کے لوگوں کو گھر ...بلانے کی ضرورت ہے۔" اس کے دو ٹوک ...انداز پر ماموں ایک دفعہ پھر بلبلا اٹھے۔ "بے ...بے غیرت دفع ہوجا میری نظروں کے سامنے

UrduPhoto.com

"...آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں آپ کی نظروں ...سامنے سے چلا جاتا ہوں لیکن میری "بات" پر غور ...کیجیے گا۔" وہ نہایت ہی اطمینان سے کہتا ہوا اٹھ ...ہوا تھا۔ ماموں کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ اسے ...سے ہی اڑا دیتے۔

"...تم جو چاہتے ہو وہ ہرگز نہیں ہوگا۔ چاہے تم ناک ...رگڑ ڈالو۔"

"...میں جو چاہتا ہوں اور جسے "چاہتا" ہوں اسے ...کرلوں گا۔" مومنہ کے پاس اک لمحے کے لیے ...ہوئے اس نے اسے ایسی نگاہوں سے دیکھا تھا ...شرم سے پانی پانی ہوگئی۔ ارحم کو تو اب ماموں کا ...نہیں رہا تھا۔ وہ اپنے اڈتے ہوئے اشتعال پر ...تے ہوئے اس سے پہلے ہی کمرے سے نکل گئی۔ ...گنگناتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☼ ☼ ☼

...نہ کی بی۔ اے میں سپلی آئی تھی۔ لہٰذا وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دلجمعی سے پڑھائی میں مصروف ہوگئی۔ اگرچہ پڑھائی میں وہ پہلے ہی بہت اچھی تھی لیکن پے درپے حادثات کی وجہ سے اس کا دھیان پڑھائی سے تھوڑا ہٹ گیا تھا۔ کچھ گھریلو ماحول میں کشیدگی کے باعث کتابوں میں دل نہیں لگتا تھا۔ ماموں اسے ایک دفعہ پھر کتابوں میں گم دیکھ کر خوش ہوگئے۔ دراصل وہ بھی یہی چاہتے تھے کہ مومنہ پھر سے اپنے تعلیمی سلسلے کو جوڑے تاکہ مختلف سوچوں کی طرف دھیان نہ رہے اس کا۔ اب بھی وہ لان میں بیٹھی اکنامکس کی کتاب کھولے رٹا مارنے میں مصروف تھی جب ارحم کی بائیک ایک جھٹکے کے ساتھ گیراج میں آن رکی۔

وہ مومنہ کو لان میں بیٹھا دیکھ کر بڑے بھرپور انداز میں مسکرایا تھا۔ پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے قریب آکھڑا ہوا۔ مومنہ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر بغیر کچھ کہے کتابیں اور نوٹس وغیرہ سمیٹنے لگی۔

"آج اکیلی نظر آرہی ہو۔ تمہارے باڈی گارڈ کدھر ہیں۔" گھر پر چھائی خاموشی کو محسوس کرکے ارحم نے اپنے ہی انداز میں اس سے دریافت کیا۔ وہ لب بھینچ کر اٹھی اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔ ارحم نے بھی اس کی پیروی کی تھی۔

"چپ شاہ کا روزہ رکھا ہے یا پھر ریٹائرڈ بریگیڈیئر فرمان احمد صاحب نے کرفیو لگادیا ہے تمہارے بولنے پر۔" فریج میں سے پانی کی بوتل نکال کر اس نے ادھر ادھر دیکھ کر گلاس تلاشنے کی کوشش کی تھی۔ ناکامی کی صورت میں اس نے ڈھکن کھول کر بوتل منہ سے لگالی۔

مومنہ اس کی بدتمیزی کو دیکھ کر ٹوکے بنا نہ رہ سکی تھی۔ ارحم نے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے پر پھیلی ناگواری کو دیکھا۔

"خوامخواہ کتابوں میں دماغ کھپاتی ہو۔ اپنی قاتل نظروں کے تیر مجھ پر چلاؤ تو کچھ بات بھی بنے۔" مومنہ کو کتاب کھولتے دیکھ کر اس کی زبان پر ایک مرتبہ پھر کھجلی ہوئی تھی۔ مومنہ نے یہاں سے ہٹ جانا چاہا

تھا۔ حالانکہ چائے کی طلب محسوس ہو رہی تھی۔

"ایک کپ چائے مل جائے گی۔" مومنہ کو باہر نکلتا دیکھ کر اس نے "فوراً" ہی فرمائش کر دی۔ مومنہ نے اک نظر اس کی طرف دیکھا۔

"زہر نہ پلاؤں تمہیں..." ارحم کے ماتھے پر اک سلوٹ نمودار ہو کر غائب ہو گئی تھی تاہم لبوں کی مسکان اسی طرح قائم و دائم تھی۔

"زہر کو بھی شہد کا گھونٹ سمجھ کر پی جائیں گے آپ پلائیں تو سہی۔" وہ کچن کے دروازے میں جم کر کھڑا ہو گیا تھا یوں کہ باہر نکلنے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ مومنہ نے کتاب سلیب پر پٹخ کر پتیلی چولہے پر رکھی۔ برنر آن کر کے اس نے دودھ فریج میں سے نکالا۔ وہ بہت کم پتی کی چائے پیتا تھا۔ مومنہ نے جان بوجھ کر دو تین چمچے بھر کر پتی کے ڈالے، پھر میٹھا بھی اسی حساب سے ڈال کر اس نے پتیلی کو ڈھانک دیا۔

وہ خاموشی سے تمام کارروائی دیکھ رہا تھا۔ چائے چھان کر اس نے کپ ارحم کی طرف بڑھایا۔ اس کالی سیاہ چائے کو دیکھ کر ارحم نے خوب ناک بھوں چڑھایا اور پھر پہلا گھونٹ بھرا تو سچ مچ شہد اور زہر کی تفریق سمجھ میں آ گئی۔ مومنہ نے کتاب اٹھائی اور باہر نکلنے ہی لگی تھی جب ارحم نے تیزی سے بازو آگے کر کے اس کا راستہ روک لیا۔

"دیکھ لو سارا غصہ مجھ پر ہی نکال دیا ہے تم نے منگنی نہ ہونے کا۔" وہ اسے چڑاتے ہوئے بولا تھا۔ مومنہ غصے سے دھپ دھپ کرتی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

وہ جو اس نے سوچا تھا کہ ماحول اب سازگار ہو گیا ہے۔ ارحم اپنی ضد پوری کر کے خاموش ہو جائے گا تو یہ اس کی بھول تھی۔ دو چار دن بعد اس نے دوبارہ شادی کی بات چھیڑ دی تھی۔ ماموں نے سنتے ہی اسے جھڑک دیا۔ جبکہ مامی کی فطری محبت غالب آ گئی۔ انہوں نے شوہر کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"کتنے دن بعد تو ارحم گھر میں ناشتا کر رہا ہے۔"

"تمہاری انہی حرکتوں نے اسے خود سر بنا دیا ہے۔" وہ اخبار پھینک کر کرسی سے اٹھتے ہوئے بولے۔ ارحم بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ وہ ... جانے کے لیے تیار تھا۔

"تو پھر کیا سوچا ہے آپ نے۔" فرمان کے مقابل کھڑے ہو کر اس نے ایک مرتبہ پھر اپنا مدعا بیان کیا۔ نبیلہ بھی اٹھ کر ان کے پاس چلی آئی تھیں۔ ... جھگڑے نے انہیں پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" خود پر کنٹرول کرتے ہوئے انہوں نے بے حد نافرمان اور بدتمیز بیٹے کی طرف دیکھا۔ ان کا بس چلتا تو وہ خود اپنے ہاتھوں سے اس کی گردن مروڑ دیتے۔

"میں آپ کی پیاری دلاری بھانجی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا۔" وہ زور سے چلایا۔

"اس لیے کہ مومنہ کسی عیاش، آوارہ اور بدکردار شخص کی بیوی بننا پسند نہیں کرے گی سنا تم نے ... اپنی زبان سے مومنہ کا نام بھی مت لینا۔" ارحم ... کے منہ سے نکلتے تیزابی الفاظ کو سن کر دنگ رہ گیا۔ ... اور اہانت کے احساس نے اسے آگ بگولا کر دیا تھا۔ نبیلہ بیٹے کی خوفناک حد تک سرخ آنکھوں کو دیکھ کر لرز اٹھیں۔

"بابا! آپ کی بھانجی کو اسی عیاش، بدچلن اور آوارہ شخص کی ہی بیوی بننا ہے۔ چاہے آپ کچھ بھی کر لیں۔ اسے گھر میں قید کریں، کسی دوسرے براعظموں میں بھجوا دیں۔ اگر یہ قبر میں بھی اتر گئی تو میں اسے نکال لوں گا۔" چبا چبا کر بولتے ہوئے وہ رکا نہیں تھا بلکہ لمبے ڈگ بھرتا باہر نکلتا چلا گیا۔ نبیلہ گیٹ تک اس کے پیچھے گئی تھیں۔ سامعہ بھابی اور کرن نے خوف زدہ نظروں سے مومنہ کی طرف دیکھا تھا۔ وہ ماموں کے سینے پر سر رکھ کے بلک بلک کر رو رہی تھی۔

"میں تجھ پر اس نانہجار کا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گا۔" فرمان نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ وہ اس قدر ...

... تھی کہ فرمان کا گریبان گیلا ہو گیا۔ مومنہ کو اس ... سے اب خوف آنے لگا تھا۔ پچھلے تین چار دن ... وہ گھر سے غائب تھا۔ پھر اکثر ہی ایسا ہونے لگا۔ وہ ... گھر کی خبر نہ لیتا۔ نبیلہ ہر وقت جائے نماز بچھائے ... کے لیے لمبی لمبی دعائیں مانگتیں۔ اس کی یہ ... شی کسی بڑے طوفان کی آمد کا پتا دے رہی تھی۔ ... نے گھر سے نکلنا بالکل ختم کر دیا تھا۔ بے حد ... ری کام بھی ہوتا تو وہ پھر بھی نہ جاتی۔ خود کو اس نے ... کی چار دیواری تک محدود کر لیا تھا۔

☼ ☼ ☼

اسی دن موسم بے حد خراب تھا۔ وقفے وقفے سے ... ش جاری تھی۔ سامعہ بھابی میکے گئی تھیں جبکہ کرن ... مامی جی اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھیں۔ ... نے بور ہو کر کھڑکی میں سے جھانکا تو سرد کٹیلی ... جسم سے ٹکرائی۔ اس نے جھرجھری لے کر کھڑکی کے دونوں پٹ بند کر دیے تھے۔ آج پڑھنے کو بھی دل ... کر رہا تھا۔ لہٰذا وہ کمبل لے کر صوفے میں دھنس ... ٹی وی پر کوئی انڈین پروگرام چل رہا تھا۔ محویت ... ٹی وی تکتے ہوئے اسے ارحم کی آمد کا پتا نہیں چل ... تھا۔ وہ کھنکارا تو مومنہ کو خبر ہوئی۔

وہ آج پورے ستائیس دن بعد گھر آیا تھا۔ مومنہ ... دیکھ کر سہم سی گئی۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھنے کے بعد ... کمرے کی طرف چلا گیا۔ شاور لے کر جب وہ آیا تو ... مامی جی کے لحاف میں جا گھسی تھی۔ ارحم کے ... مسکراہٹ پھیل گئی۔ نبیلہ اتنے دن بعد بیٹے کی ... دیکھ کر آبدیدہ ہو گئی تھیں۔

ارحم ان کے پاس فرصت سے بیٹھا ادھر ادھر کی ... کرنے لگا۔ مامی جی نے اسے چائے لانے کے لیے ... دیا۔ وہ گاجر کا حلوہ گرم کر رہی تھی جب ارحم بھی ... کے پیچھے ہی چلا آیا۔ "یہ تم مجھ سے اتنا بھاگتی کیوں ..." مومنہ کو اس کی نظریں آرپار ہوتی محسوس ہو رہی ... اس نے جلدی سے ٹرے میں چائے رکھ کر اسے تھمائی اور پھر باہر نکلنے لگی تھی کہ ارحم نے روک لیا۔

"فکر مت کرو، تمہیں اٹھا کر یا بھگا کر لے جانا ہوتا تو میں کب کا یہ کام کر گزرتا۔ اس گھر میں تمہیں دلہن بنا کر لے کر جاؤں گا۔ وعدہ رہا۔"

"تمہیں اپنے بارے میں بہت خوش فہمی ہے۔" مومنہ نے سنبھل کر تیکھے لہجے میں کہا تھا۔ وہ اس کے طنزیہ انداز پر ہولے سے مسکرایا۔

"محترمہ! یہ خوش فہمی نہیں خود شناسی ہے۔ مجھے اپنی صلاحیتوں پر مکمل اعتماد ہے۔"

"اونہہ..." وہ پاؤں پٹختی، بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

مگر اس پر ہمہ وقت ایک سوگوار سی کیفیت طاری رہتی۔ ہر کوئی الجھا الجھا فکر مند سا نظر آتا، یہ دل دہلانے والی خاموشی مومنہ کو پہروں رُلایا کرتی تھی۔ یہی فرمان ہاؤس چند سال پہلے قہقہوں اور مسکراہٹوں کا گہوارہ بنا رہتا۔

خوشیوں کا مرکز محفلیں ہر وقت آباد رہتیں۔

نانا جان کے دوست شطرنج کی بساط بچھائے ایک دوسرے کو ہرانے کے چکر میں رات سے دن اور دن سے رات کر دیتے۔

نبیلہ چائے بنا بنا کر ڈرائنگ روم میں پہنچاتی رہتیں۔ ساتھ ساتھ ان کی بڑبڑاہٹیں بھی جاری رہتیں۔

اس کے نانا وجاہت احمد کے صرف دو ہی بچے تھے فرمان اور سبیلہ۔

سبیلہ کی شادی کے چار سال بعد مومنہ پیدا ہوئی تھی۔ سہیل اور سبیلہ اپنی چھوٹی سی جنت میں بے انتہا خوش تھے۔ ننھی مومنہ کی قلقاریوں نے ان کی خوشیوں کو دوبالا کر دیا تھا۔ مگر نہ جانے کس کی نظر ان کی خوشیوں کو لگ گئی تھی۔ لاہور سے واپسی پر ان کی کار ایک ٹرالر سے ٹکرا گئی تھی۔ سہیل اور سبیلہ نے اسی وقت دم توڑ دیا تھا اور یوں مومنہ اپنے اس عظیم

UrduPhoto.com

نقصان سے بے خبر اپنے نانا اور ماموں، مامی کی محبت بھری آغوش میں آگئی تھی۔
کرن کے ساتھ مختلف کھیلوں میں مشغول وہ بہت جلد بہل گئی تھی۔ وہ دونوں ہی مٹی کے چھوٹے چھوٹے گھروندے بناتیں، اور ارحم نہ جانے کب آکر پیروں کی ٹھوکروں سے گرا جاتا۔ وہ دونوں ہی کئی کئی گھنٹے روتی اور چیخیں چلاتی رہتی تھیں۔ پھر نانا جان اپنے ہاتھوں سے گڑیا کا گھر بنا کر دیتے۔
پھر وقت نے ایک دم ہی کروٹ بدلی تھی۔ نانا جان ایک رات چپکے سے آنکھیں موند گئے۔ مومنہ تو کتنے ہی دن بے یقینی کی کیفیت میں نانا جان کو ہر کمرے میں تلاشتی پھرتی تھی۔
نانا جان کی وفات پر اس نے پہلی مرتبہ ارحم کو بے تحاشا روتے دیکھا تھا۔ اس کی نانا جان سے دوستی بھی تو بہت تھی۔ نانا جان اسے بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے۔
بچپن میں وہ بہت شریر اور جھگڑالو قسم کا تھا۔ محلے والوں کو ناکوں چنے چبوائے تھے، اس میں غصہ اور انا کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ جب تک بدلہ نہ لیتا، سکون نہیں آتا تھا اسے۔ اپنے سے بڑے لڑکوں کو مار دھاڑ، دنگا فساد کرکے نہایت فخریہ بتایا کرتا۔ تھوڑا بہت سمجھا بجھا کر سب ہی خاموش ہو جاتے تھے۔ کوئی بھی زیادہ نوٹس نہ لیتا۔ اسکول میں بھی کسی کو جھولے سے گرا کر زخمی کردیا۔ کسی کا سر پھاڑ دیا بیٹ مار کر۔
فرمان نوکری کے سلسلے میں اکثر ہی گھر سے دور ہوتے تھے۔ وہ جب بھی گھر آتے تو پرانے دوستوں سے ملنے ملانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ وہ بچوں کو زیادہ وقت نہیں دے پاتے تھے۔ یہ عمر کا بہت نازک دور تھا اگر دادا جان اسے نہ سمیٹتے تو اس کی شخصیت میں نہ جانے کتنی دراڑیں اور پڑ جاتیں بابا کو فائلوں میں سر کھپاتے دیکھ کر وہ اکثر ہی ماں کا پلو پکڑ لیتا تھا۔
وہ اپنے ہی مسائل میں الجھی رہتی تھیں۔ کبھی کرن کے لیے کسٹرڈ بنا رہی ہیں، کبھی مومنہ کی پونیاں بنائی جا رہی ہیں۔ کبھی رحیم کو ڈانٹ پڑ رہی ہے نہ

پڑھنے کی وجہ سے۔ اس کی منمناہٹیں اسی شور میں دبنے لگتی تھیں۔ اس کا مسئلہ درمیان میں ہی رہ جاتا اور نبیلہ کسی اور طرف نکل جاتیں۔ پھر اس نے توجہ حاصل کرنے کا نیا انداز سوچا۔ ضد، غصہ اور اپنی بات نہ سنے جانے پر وہ چلاتا رہتا۔ اس حد تک کرتا کہ نبیلہ زچ ہوا ٹھتیں۔
دادا جان نے اس کی انہی حرکتوں کے پیش نظر اس کے گرد دائرہ سا کھینچ لیا تھا۔ وہ کالج سے آتا اور دادا جان سے جڑ کر بیٹھ جاتا۔ ان کی بچپن کی شرارتیں، ہوائی کے قصے نہایت دلچسپی سے سنتا۔
دادا جان گھڑ سواری کے ماہر تھے۔ اور شکار ان کا شوق تھا۔ ارحم نے دادا جان سے نشانہ باندھنا بھی سیکھ لیا۔ پھر وہ اکیلا ہی دوستوں کے ساتھ شکار کرنے نکل جاتا تھا۔ اس کی بے باکی اور دلیری کے بارے میں سب ہی جانتے تھے۔ اسی لیے فرمان کی خواہش تھی کہ وہ آرمی جوائن کرے۔ باپ بیٹے میں پہلا جھگڑا اسی بات پر ہوا تھا۔ ارحم جان بوجھ کر ایسے کام کرنے کی کوشش کرتا تھا جس پر فرمان تپ اٹھتے۔
نبیلہ ارحم کے انداز دیکھ دیکھ کر ہولتی تھیں۔ انہی دنوں رحیم نے اپنی کلاس فیلو سامعہ سے شادی کرنے کا اعلان کردیا اور یوں گھر میں رحیم کی شادی کے ہنگامے جاگ اٹھے۔ بڑا اور پہلا بیٹا تھا سو فرمان نے جی بھر کر ارمان پورے کیے۔ برات، ولیمہ کا فنکشن اس قدر اعلا تھا کہ لوگوں کی حسد و رشک سے آنکھیں پھٹ پڑیں۔ شادی کے دوران بے تحاشا کاموں میں الجھی بھاگتی دوڑتی مومنہ نہ جانے کب پورے کروفر کے ساتھ اس کے دل میں آن سمائی تھی کہ وہ دل کی کیفیت پر حیران رہ گیا۔ وہ ہی مومنہ جسے وہ کسی قابل نہیں سمجھتا تھا۔ جس نے اس کی ماں کو اس سے چھین لیا تھا۔ وہ ہی مومنہ بڑی شان سے اس کے دل کی حکمران ہوگئی تھی۔

☼ ☼ ☼

ارحم زیادہ وقت اپنے دوستوں کے ساتھ باہر گزارتا تھا۔ اسی لیے وہ گھر والوں سے مزید دور ہوتا چلا گیا۔ کچھ وہ تھا بھی تنک مزاج۔ اسی لیے بھائی بہن اس سے گھل مل نہیں سکے تھے۔ کبھی کبھی جب وہ کرن کو رحیم بھائی کے ساتھ لڑتے جھگڑتے، لاڈ کرتے دیکھتا تو عجیب سا احساس دامن گیر ہونے لگتا۔ کرن رحیم بھائی سے ضد کرکر کے پیسے نکلواتی، ہنسی مذاق بھی چلتا رہتا۔ ان دونوں کی نوک جھوک بھی اسے ناگوار گزرنے لگی تھی۔
دوران تعلیم ایک دوست کی اکیڈمی میں کچھ عرصہ انجوائے منٹ کے لیے اس نے جاب کی تھی۔ اسے یاد تھا جب پہلی تنخواہ ملنے پر اس نے کرن کو پانچ ہزار روپے دینے چاہے تو بابا نے کرن کو پیسے لینے سے منع کردیا۔ ارحم کو بہت برا لگا تھا مگر وہ کچھ بولا نہیں۔ کیونکہ رات کو کرن نے نا صرف اس سے خود مانگ کر پیسے لیے بلکہ بابا کی طرف سے معذرت بھی کی۔ وہ بھی بابا کے سخت رویے سے خائف تھی۔ بابا کا ارحم کے ساتھ اتنا اہانت بھرا رویہ دیکھ کر اس کا دل دکھتا تھا۔
دادا جان زندہ تھے تو کبھی کبھی گھر والوں کے درمیان بیٹھنے کا موقع مل جاتا تھا۔ انہی کی زبانی گھریلو حالات اور خاندانی کھٹی میٹھی جھڑپوں کا بھی پتا چلتا رہتا۔ ان کے سامنے وہ سارے چولے اتار پھینکتا تھا۔ ہنسی، مسکراہٹیں، قہقہے طنز و مزاح سے محفل میں جان پڑ جاتی۔
ان کے جانے کے بعد وہ ایک مرتبہ پھر اپنے اوپر بے حسی کا خول چڑھا کر سب سے الگ تھلگ ہو گیا۔ کبھی غلطی سے وہ بابا کے پاس بیٹھ جاتا تو وہ اس قدر تاک تاک کر جملے پھینکتے تھے کہ مارے شرمندگی کے زمین میں دھنس جانے کو دل کرتا۔ پھر اس نے دوبدو مقابلے کا سوچ لیا۔ وہ ایک بات کرتے ارحم انہیں تپانے کی خاطر دس جواب دیتا۔ پہلے وہ سب کے نزدیک فصیلا، چڑچڑا اور بدمزاج تھا۔ اب اس پر ایک اور لیبل بھی لگ گیا تھا یعنی کہ بد لحاظی کا۔ بابا اس کی "خوبیوں"

کو سب کے سامنے بڑھا چڑھا کر پیش کرتے تھے کہ خاندان کے اکثر بزرگ اس سے کلام کرنا بھی پسند نہ کرتے۔ اس کی بدزبانی کے قصے خاندان بھر میں پھیل چکے تھے۔ لوگ اس کے سائے سے بھی گھبراتے۔
وہ کبھی بھولے سے بھی کسی تقریب میں چلا جاتا تو لوگوں کو سانپ سونگھ جاتا۔ لڑکیاں بالیاں ایک دوسرے کے کانوں میں گھسی نہ جانے کیا کیا بولتی رہتیں۔ اسے شدید اہانت کا احساس ہوتا تھا۔ باپ کو غصہ دلانے کے لیے اس نے کچھ عرصہ ماڈلنگ بھی کی مگر اس کام میں اس کا اپنا دل نہیں لگا تھا۔ فرمان نے جب اس پر توجہ دی تو اس وقت بہت دیر ہو چکی تھی۔ اس نے اپنے اردگرد سخت فولادی خول چڑھا لیا تھا نہ کسی کے قریب جاتا نہ کسی کو خود سے قریب آنے دیتا۔ ماں، بہن، بھائی اور بھابی تک اس سے بات کرتے ہوئے جھجکتے تھے۔ دادا جان جب تک زندہ رہے وہ پڑھائی پر بھی بادل ناخواستہ توجہ دیتا تھا۔ ان کے جانے کے بعد وہ اور بھی تنہائی پسند اور خاموش طبع ہو گیا۔
ریٹائر ہونے کے بعد فرمان بھی اب زیادہ وقت گھر میں ہی گزارتے تھے۔ لہٰذا ان کی ساری توجہ اب گھر پر ہی ہوتی تھی۔ ارحم کی خفیہ سرگرمیاں، رات رات بھر دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی اور پھر کالج سے بھی غائب رہنا ان کی زیرک نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکا تھا۔ ایک دم ہی اتنی آزادی کے بعد جب باپ کی بھرپور سختی کا سامنا کرنا پڑا تو وہ مزید ضدی، بدلحاظ اور چڑچڑا ہوتا چلا گیا۔
فرمان جس زاویہ نظر سے رحیم اور ارحم کو دیکھتے تھے۔ انہیں رحیم کے مقابلے میں ارحم کی شخصیت میں بہت جھول نظر آتا تھا۔ رحیم، تعلیم سے فراغت کے بعد بینک میں اعلا پوسٹ پر فائز ہو گیا تھا جبکہ ارحم یونی ورسٹی کو الوداع کہنے کے بعد پچھلے تین سالوں سے فارغ تھا۔ اس کی حرکتوں سے یہی محسوس ہوتا تھا کہ وہ نوکری کرنا چاہتا ہی نہیں۔ بڑے شاہانہ قسم کے مزاج

UrduPhoto.com

پائے تھے محترم نے۔ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ خلاف مزاج بات پر آسمان سر پر اٹھالیتا۔ نبیلہ کی منت و سماجت اور التجاؤں کی وجہ سے ان دنوں وہ کسی اچھی فرم میں جاب کرنے لگا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ ایک دو اچھی کمپنیوں میں بحیثیت مینجر کے ڈیڑھ دو ماہ کام کرچکا تھا۔ اپنی جھگڑالو فطرت، بات بے بات غصہ کرنا اور ساتھی کولیگز کے ساتھ اہانت بھرے سلوک کی وجہ سے دو تین مرتبہ آفس سے بھی نکالا جاچکا تھا۔ فرمان اس کی "حرکتیں" دیکھ کر سخت پریشان تھے۔

ناشتے کی میز پر تقریباً" تین دن بعد فرمان نے اسے موجود پایا تو اپنے غصے کو دبا نہیں پائے تھے۔ جبکہ وہ لاپرواہی سے ٹیبل بجاتا رہا۔

"امی! ناشتا دیں۔" اس کے ہانک لگانے پر نبیلہ سرعت سے ٹرے میں مختلف لوازمات سجا کر کچن سے نکلیں۔ فرمان نے طنزیہ نگاہوں سے بیوی کی طرف دیکھا۔

"خاطریں تو اس طرح سے کرتی ہو گویا کہ لخت جگر ملک چلا کر آرہے ہیں۔ ایسے فارغ بیٹھ کر روٹیاں توڑنے والوں کو سر پر بٹھانے کی ضرورت نہیں۔" خلافِ توقع وہ باپ کی طنزیہ گفتگو سن کر بھڑکا نہیں تھا بلکہ نہایت ہی اطمینان سے ناشتا کرتا رہا۔ رحیم نے اسے خاموش دیکھ کر سکون سے بھرا سانس خارج کیا۔ اسی پل سامعہ اس کا کوٹ اور بریف کیس لے آئی۔

"بڑے ٹھاٹ ہیں جناب کے۔" دودھ کا گلاس اٹھاتے ہوئے ارحم نے بھائی اور بھابی کو دیکھ کر کہا تھا فرمان نے بھی اخبار سے نظریں ہٹائیں۔ رحیم کو دیکھ کران کی آنکھوں میں محبت بھرے تاثرات ابھرے۔

"دھیان سے گاڑی چلانا بیٹا۔" فرمان نے شفقت سے کہہ کر ایک دفعہ پھر اخبار چہرے کے سامنے پھیلا لیا تھا یہ دیکھے بغیر کہ ارحم کے لبوں کی مسکراہٹ چند سیکنڈ میں ہی غائب ہوگئی ہے اور پھر اس نے ناشتے سے بھی ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ نبیلہ اس کے بدلے بدلے تیور دیکھ کر پریشان ہواٹھیں۔

"دودھ تو پی لو ارحم....."

"بس پی لیا ہے۔" وہ کرخت لہجے میں بولا۔

"نبیلہ بیگم! اپنی ممتا سے مغلوب ہوکر رحیم کی حق حلال کی کمائی کا کباڑا مت کرو۔ ابھی بجلی، فون، گیس کے بل کے ساتھ دودھ والے کا لمبا چوڑا بل بھی ادا کرنا ہے۔" فرمان نے ایک مرتبہ پھر کاٹ دار لہجے میں کہا تھا۔ ارحم کی آنکھوں میں تنفر کی اک لہر اٹھی۔

"کیا جتانا چاہتے ہیں آپ مجھ پر۔" وہ آگ بگولا ہوکر چلایا تھا۔ فرمان نے اخبار ایک طرف رکھ کر چشمہ اتارا اور پھر نہایت ہی اطمینان سے بولے۔

"میں کیا جتاؤں گا تم پر۔ اس قدر ڈھیٹ بندے پر اثر بھی کیا ہونا ہے۔"

"اللہ کے لیے فرمان، خاموش ہوجائیں اور ارحم بیٹا! جاؤ تم اپنے کمرے میں۔" نبیلہ بھرائی آواز میں کہتے ہوئے گڑگڑائی تھیں۔ اسی پل مومنہ سیڑھیوں سے اترتی دکھائی دی۔ ارحم کے چہرے کے تاثرات پل بھر میں بدل گئے۔ چہرے کی سختیوں میں نرمی جھلکنے لگی۔ ارحم کے لبوں کی مسکان نے نبیلہ کو حیران کردیا تھا۔ اس کی نظروں کے تعاقب میں انہوں نے مڑ کر دیکھا اور پھر ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔

"کیا بات ہے بیٹا! آج دیر سے اٹھی ہو۔ طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری؟" مومنہ نے جھک کر ماموں کو سلام کیا تھا۔ انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ ارحم ایک مرتبہ پھر باپ کے برابر رکھی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"سر میں بہت درد تھا اسی لیے نماز پڑھ کر سوگئی تھی۔" وہ نومی کو گود میں لے کر آہستگی سے بولی تھی۔ ارحم نے چونک کر اس کے ستے ہوئے چہرے کی طرف دیکھا۔

"تو کوئی ٹیبلٹ وغیرہ لے لینی تھی۔" اس کی مداخلت پر فرمان کی پیشانی پر سلوٹیں نمودار ہوگئیں۔ مومنہ نے بھی ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔ جبکہ وہ لبوں پر ازلی دل جلانے والی مسکراہٹ سجائے نبیلہ کو دیکھ رہا تھا جو کہ اسے اٹھنے کا اشارہ کررہی تھیں۔

"تم اپنے مشورے اپنے پاس سنبھال کر رکھو۔" لہن استہزائیہ بولے۔

"میرے مشورے ہی مستقبل میں اس کے کام آنے ہیں ڈیئر بابا صاحب۔" وہ آنکھوں میں شرارت لیے مومنہ کے سرخ چہرے پر نگاہ ڈال کر بہت کچھ جتاتے ہوئے بولا تھا اور پھر اطمینان سے کرسی گھسیٹ کر اٹھا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا ڈائننگ ہال سے باہر نکل گیا۔ مومنہ مارے شرم اور غصے کے سر نہیں اٹھا پارہی تھی جبکہ فرمان بھی تلملاتے ہوئے اٹھ گئے۔ وہ اپنی گود میں ہمکتے نومی کو کندھے سے لگائے لاؤنج میں چلی آئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی تھی جو کہ نبیلہ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکی۔

"نہ پریشان ہو بیٹا! تمہاری مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوگا۔"

"مامی جی! نہ جانے یہ ارحم چاہتا کیا ہے۔ ماموں بھی کس قدر فکر مند رہتے ہیں اس کی طرف سے مگر یہ۔" وہ گال پر پھسلتا آنسو پونچھ کر تلخی سے بولی تھی۔ نبیلہ اب اور طویل سانس بھر کر رہ گئیں۔

☼ ☼ ☼

"تو پھر کیا سوچا ہے آپ نے۔" رات کے ایک بجے دیوار کود کر گھر میں داخل ہونے کے بعد اس نے نہایت احتیاط کے ساتھ کچن میں جھانکا۔ لائٹ آن کی، کھانا گرم کرکے کھایا اور پھر اسی احتیاط کے ساتھ دبے پاؤں فرمان کے کمرے میں چلا آیا۔ لائٹ آن کرنے کے بعد انہیں گہری نیند سے جگایا اور پھر سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ کر بڑے معصوم انداز میں پوچھا تھا۔ وہ کچھ لمحے تو آنکھیں پھاڑے مشکوک نظروں سے اسے گھورتے رہے اور پھر اس کا مطالبہ سن کر گویا پھٹ پڑے۔

"ایسی نانہجار، بے غیرت اولاد نہ ہوتی تو بہتر تھا۔ نہ جانے کس گناہ کی سزا ہو تم۔"

"یہ میرے سوال کا جواب تو نہ ہوا۔" ارحم نے نہایت معصومیت سے انہیں اشتعال دلانے کی کوشش کی تھی۔ اس کی توقع کے عین مطابق وہ چلا اٹھے۔

"نبیلہ..... نبیلہ....." ان کے چیخنے پر برابر والے کمرے میں سوئی نبیلہ بھاگم بھاگ پھولی سانسوں سمیت کمرے میں آئیں اور پھر ارحم کو موجود دیکھ کر ان کے اعصاب پر گویا بھاری پتھر پڑا تھا۔ وہ ست سی پڑگئیں۔

"کیا بات ہے؟"

"اس سے پوچھو، رات بھر آوارہ گردی کرکے اب ڈیڑھ بجے میرے کمرے میں کیا لینے آیا ہے۔ یہ ذہنی مریض پاگل ہوچکا ہے بالکل پاگل۔" فرمان نے تنفر و حقارت سے کہا اور پھر نبیلہ کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لے کر دیوار سے دے مارا۔ اک چھناکے کی آواز آئی تھی۔ گلاس کی کرچیاں جابجا بکھر گئیں۔ نبیلہ نے نم آنکھوں سے ارحم کی طرف دیکھا اور پھر التجائیہ لب و لہجے میں بولی تھیں۔

"ارحم! میرے بچے! یہ کیا پاگل پن ہے۔ کیا صبح نہیں ہونا تھی۔ تم بھی ناحد کردیتے ہو۔ کیوں تنگ کررہے ہو ہمیں۔"

"میں تنگ کررہا ہوں یا پھر آپ لوگ۔ مجھے زچ کررہے ہیں۔ یہ بخاری صاحب کیا لینے آئے تھے آج۔" وہ کڑے تیوروں کے ساتھ استفسار کررہا تھا۔ نبیلہ گڑبڑا سی گئیں۔ جبکہ فرمان بھڑک اٹھے تھے۔

"یہ میرا گھر ہے اور مجھ سے ملنے یہاں کوئی بھی آسکتا ہے۔"

"وہ آپ سے ملنے آئے تھے یا پھر آپ نے انہیں بلوایا تھا۔" ارحم نے تنک کر کہا۔ فرمان دانت پیس کر رہ گئے۔ ارحم اتنا بھی بے خبر نہیں تھا جتنا کہ وہ اسے سمجھتے تھے۔

"اب تم کیا چاہتے ہو؟" انہوں نے خود پہ قابو پاکر تحمل سے کہا۔

"پھر وہ ہی بات، میں تنگ آگیا ہوں ایک بات دُہرا دُہرا کر۔" وہ چیخا اور پھر ماں سے مخاطب ہوا۔

"امی! کہہ دیں ان سے کہ آج کے بعد مومنہ کے

UrduPhoto.com

رشتے کے سلسلے میں اگر کوئی آیا تو گولی سے اڑا دوں گا اسے۔" وہ غضب ناک ہو کر اٹھا اور پھر تن فن کرتا باہر نکل گیا۔ سیڑھیوں کی اوٹ میں کھڑی مومنہ حق دق اس کی پشت کو گھورے جا رہی تھی۔ آنکھوں میں پھیلی نمی کو ہتھیلی کی پشت سے پونچھتے ہوئے اس نے دل میں اٹھتی نفرت کی لہر کو دبایا اور پھر تیزی سے بغیر سوچے سمجھے اس کے پیچھے چلی آئی۔ غصے اور اشتعال کے باعث وہ دستک دینا بھی بھول گئی تھی۔ وہ جو شرٹ کے بٹن کھول کر واش روم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مومنہ کو آندھی و طوفان کی طرح آتا دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"مومی تم....."

"نام مت لو میرا اپنی گندی زبان سے کمینے۔ کیا سمجھ رکھا ہے تم مجھے 'ہاں بولو' بتاؤ۔" رندھی ہوئی آواز میں اس کے کندھے پر مکے برساتے ہوئے وہ اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی اس کی وجہ سے ماموں پریشان تھے مامی جی بے کل اور کرن متنفر ہو رہی تھی۔ اپنی دوستوں کے ساتھ اس کے متعلق طنزیہ گفتگو کرتی۔ کرن اسے بہت بدلی بدلی سی لگ رہی تھی۔ کالج سے گھر آ کر وہ کتنی ہی دیر روتی رہی تھی۔ کرن کا رویّہ اور تلخ لب و لہجہ اس کے دل پر گویا خنجر چلا گیا تھا۔ "پہلے خود ہی ادائیں دکھا کر اپنا اسیر کرتی ہیں اور پھر....." وہ کینٹین میں آئی تو کرن' فریحہ لوگوں کے گروپ میں بیٹھی بڑی اجنبی نگاہوں سے اسے دیکھ کر بولی تھی۔ وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس کے قریب آ بیٹھی۔

"اب جاب چھٹی ہے تو راہیں بدلی ہیں۔ ایسی زر پرست لڑکیوں کو دل چاہتا ہے کہ قتل ہی کر دیں۔ دوسروں کے دلوں کے ساتھ کھیل کر نہ جانے کس حس کو تسکین پہنچاتی ہیں۔" کرن بات فریحہ سے کر رہی تھی اور دیکھ اسے رہی تھی۔ مومنہ کے تو بدن میں گویا جان ہی باقی نہیں رہی تھی۔ ٹانگیں بوجھ اٹھانے سے قاصر تھیں جبکہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا رہا تھا۔ وہ بے حد بے یقینی سے اپنی بہنوں جیسی بے حد پیاری کزن کو دیکھ رہی تھی جو کہ نہایت بے دردی سے اس پر کیچڑ اچھال رہی تھی۔

مومنہ مرے مرے قدم اٹھاتی کینٹین کے احاطے سے باہر نکل آئی۔ دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ اس کا گریبان پکڑ کر پوچھتی کہ تم نے کب دیکھا ہے مجھے ادائیں دکھاتے ہوئے' محبت کی پینگیں بڑھاتے ہوئے۔ مگر دل میں اٹھتی شدید خواہش کو دبائے خود پر ضبط کے پہرے بٹھائے گھر چلی آئی تھی۔ اور پھر آتے ہی بخاری انکل اور ان کی بیگم سے سامنا ہو گیا۔ ان کی دونوں شادی شدہ بیٹیاں بھی ہمراہ تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ بخاری انکل کی آمد کا کیا مقصد ہے۔ ماموں جلد از جلد اس کی شادی کر دینا چاہتے تھے تاکہ وہ ارحم نامی "موذی" سے بچ سکے۔ ارحم جس سے وہ شدید ترین نفرت کرتی تھی۔ اس کا نام سننا بھی اسے گوارا نہیں تھا کجا کہ زندگی بھر کا ساتھ۔

اس وقت بھی وہ پانی پینے کے لیے اٹھی تھی جب ماموں کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے ارحم کی بلند آواز سنی۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ آنکھوں سے شرارے پھوٹ رہے تھے۔ دل چاہ رہا تھا کہ اس کمینے کا گلا دبا دے۔ اس بات سے بے نیاز کہ باپ دل کا مریض ہے۔ وہ اپنی ہی اکڑ اور گھمنڈ میں مبتلا ان سے بے وجہ الجھ رہا تھا۔ ارحم کے نکلتے ہی گویا اس پر جنون سوار ہو گیا تھا۔ اس کے کمرے میں ہی خوب چیخ چلا کر اور دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد وہ خود ہی خاموش ہو گئی تھی۔ کیونکہ دوسری طرف گہری خاموشی تھی۔ ارحم اسے ایک ٹک دیکھتا رہا یہاں تک کہ مومنہ گڑبڑا کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

اس نے ارحم کی شرٹ بھی پھاڑ دی تھی۔ وہ بہت آرام سے اس کے ہاتھ اپنی شرٹ سے ہٹا کر الماری کی طرف بڑھا۔ اک دوسری شرٹ نکال کر اس نے ہینگر بیڈ پر اچھالا اور پھر تیزی سے باہر نکلتی مومنہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"بڑا غصہ آتا ہے میری جان کو۔ کیا پھول جھڑتے ہیں تمہارے لبوں سے۔ ایک دفعہ پھر بولنا۔" اس کی خوشنما آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ بڑے دلکش انداز

میں بولا تھا۔ مومنہ کا رواں رواں سلگ اٹھا۔

"جو تم چاہتے ہو نا وہ قیامت تک نہیں ہوگا۔ خود کو ختم کر لوں گی۔ مگر تم سے شادی نہیں کروں گی۔" وہ نفرت سے بولی۔ ارحم نے قدرے سختی سے اس کے ہاتھ کو دبایا۔ اس کی بے ساختہ چیخ نکل گئی تھی۔ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی سعی میں وہ اس کے قدرے قریب ہو گئی تھی۔ ارحم نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر کندھوں کو دونوں ہاتھوں سے تھاما اور بولا۔

"کتنی مرتبہ تم سے کہا ہے کہ یہ مرنے مارنے کی باتیں نہ کیا کرو۔ اگر مرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو مجھ پر مرو۔ کچھ فائدہ بھی تو ہو۔" نچلے لب کا کونا دانتوں تلے دبا کر اس نے مومنہ کے گال کو چھوا تھا اسے گویا کرنٹ لگا۔

"چھوڑو مجھے۔"

"اوں..... ہوں..... آج اگر خوش قسمتی سے ہاتھ لگی ہو تو کیونکر موقع گنوایا جائے۔ چلو تھوڑی دیر بیٹھو میرے پاس' باتیں کرتے ہیں۔ کچھ میرے دل کی سنو کچھ اپنی سناؤ' ویسے بھی اب تو رات گزر ہی چکی ہے۔ فجر کا وقت ہونے والا ہے ملانی صاحبہ..... پھر جا کر نماز پڑھ لینا۔" وہ نرم آواز میں کہتا اس کا ہاتھ پکڑے صوفے تک آیا۔ مومنہ نے گھبرا کر اسے پرے دھکیلنا چاہا تھا مگر شاید وہ بھی فولاد کا بنا تھا۔ جب کچھ اثر ہی نہ ہوا تو وہ بے بسی سے چیخی۔

"ارحم! میرا ہاتھ چھوڑو۔"

"ایک بات کہوں مومنہ! مجھے ضدی اور من مانی کرنے والی عورتیں قطعاً" پسند نہیں ہیں۔ یہ ہٹ دھرمی مجھے بہت بری لگ رہی ہے۔ چلو بیٹھو یہاں۔" اسے صوفے پر بٹھا کر عین اس کے سامنے کشن لے کر کارپٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ مومنہ کا کلیجہ گویا حلق میں آن پھنسا۔ اس وقت وہ اپنی جذباتیت کو کوس رہی تھی۔

"بھلا کیا ضرورت تھی اس منحوس کے کمرے میں آنے کی۔" مومنہ تنفر سے سوچتے ہوئے اٹھی۔

"مجھے جانے دو۔"

"کہاں جانا چاہتی ہو پاگل لڑکی' بتاؤ مجھے تمہارے سارے راستے میرے دل کی طرف آتے ہیں۔ خواہ مخواہ "ان" لوگوں کی باتوں میں آ کر اپنی راہ کھوٹی نہ کر لینا۔" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولتا مومنہ کو اس پل کافی مختلف لگا تھا۔

"بابا تمہیں مجھ سے دور کر دینا چاہتے ہیں۔ ان کی نظر میں' میں بہت برا ہوں۔ اور دوسرے سب بہت اچھے ہیں اور وہ بخاری کا بیٹا۔" ارحم کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔

"خیر چھوڑو اس....." مومنہ کو سرعت سے اٹھتا دیکھ کر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ مومنہ تیزی سے چلتی ہوئی باہر نکل گئی تھی جبکہ ارحم سیٹی پر کوئی شوخ دھن گنگناتا بیڈ پر جوتوں سمیت لیٹ گیا تھا۔

اگلی صبح بڑی خاموشی کے ساتھ آنگن میں اتری تھی۔ رحیم بھائی آفس جا چکے تھے۔ سامعہ بھابی اپنی کسی فرینڈ سے ملنے چلی گئی تھیں اور ماموں کسی دوست کی عیادت کے لیے گئے تھے۔ مومنہ کچن سمیٹ کر ماسی سے اپنی نگرانی میں صفائی کروا کر مامی جی کے کمرے میں آئی تو ان کی گود میں سر رکھے ارحم کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"امی! آپ کا دل نہیں چاہتا کہ آپ کے بیٹے کے سر پر سہرا سجے۔ ویسے سنا ہے ماؤں کو تو بڑی آرزو ہوتی ہے اور آپ نہ جانے کیسی ماں ہیں۔ بیٹا بیاہ کے لیے بے تاب ہوا جا رہا ہے جبکہ اماں جان کو کوئی پروا ہی نہیں۔"

"بڑا بدتمیز ہو گیا ہے تو ارحم..... شرم نہیں آتی کیا۔" مامی جی نے ہنستے ہوئے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"اچھا اگر شرماؤں تو پھر مان جائیں گی آپ۔" وہ اب بھی غیر سنجیدہ تھا۔ مامی جی نے اس کے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر پیشانی کو چوما اور بولیں۔

"تو جس لڑکی پر بھی ہاتھ رکھے گا میں اس سے تیری شادی کر دوں گی۔"

"وعدہ رہا۔"

"پکا وعدہ' بس تم مومنہ کو بھول جاؤ۔ تمہارے بابا

UrduPhoto.com

کبھی نہیں مانیں گے۔ میں ان کے مزاج کو جانتی ہوں۔" نبیلہ اس کے چہرے پر یک لخت پھیلتی افسردگی کو دیکھ کر آہستگی سے بولی تھیں۔ کچھ پل تو ارحم بول نہیں پایا تھا پھر جب بولا تو اس کا لہجہ ہٹیلا تھا۔

"وہ کسی کی نہیں مانتے نہ اپنے فیصلے بدلتے ہیں تو پھر میں بھی ان کا بیٹا ہوں۔ وہ ہی کروں گا جو میرا دل کہے گا۔" مامی جی نے پھر نہ جانے کیا کہا تھا۔ مومنہ الٹے قدموں لوٹ آئی۔ کچن میں کرن کھڑی چائے بنا رہی تھی۔ مومنہ چونک گئی۔

"تم کالج نہیں گئی ہو؟"

"نہیں..." کرن نے بغیر مڑے روکھے لہجے میں کہا تھا۔

"کیوں...؟"

"میری مرضی..." اس نے کپ میں چائے انڈیلی اور بسکٹ کی پلیٹ اٹھا کر باہر نکل گئی۔ مومنہ کا دل بوجھل ہو گیا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کہیں دور نکل جائے۔ اس کشیدہ گھٹے گھٹے ماحول میں دم الجھ رہا تھا۔ پھر بہت سے دن خوشگوار گزر گئے۔ ارحم ان دنوں کم کم ہی گھر آ رہا تھا۔ مامی جی بھی قدرے پرسکون ہو گئی تھیں کیونکہ ارحم کو ایک مرتبہ پھر خوش قسمتی سے جاب مل گئی تھی۔ اسے مصروف دیکھ کر ماموں جی بھی مطمئن ہو گئے۔ بس ایک مومنہ تھی جسے کسی پل سکون نہیں تھا۔ آتے جاتے ارحم کے شوخ فقرے، بے باک نگاہیں اسے بہت ڈسٹرب کرتی تھیں۔ وہ تو پہلے ہی بہت نڈر تھا۔ اس کی خاموشی پر مزید دلیر ہو گیا۔

اداس موسم کے رتجگوں میں
ہر ایک لمحہ بکھر گیا ہے
پھر ایسے موسم میں کون آئے
کوئی تو جائے
تیرے نگر کی مسافتوں کو سمیٹ لائے
تیری گلی میں ہماری سوچیں بکھیر آئے
تجھے بتائے کہ کون کیسے؟
اچھالتا ہے وفا کے موتی
تمہاری جانب
کوئی تو جائے۔ میری زباں میں تجھے بلائے
تجھے منائے
ہماری حالت تجھے بتائے۔ تجھے رلائے
تو اپنے دل کو بھی چین آئے

ٹھنڈے فرش پر ننگے پاؤں کچن میں کھڑا وہ گنگناتے ہوئے چائے بنا رہا تھا اور ساتھ ساتھ انکھیوں سے برتن دھوتی مومنہ کی طرف بھی دیکھ رہا تھا جو کہ ماتھے پر بل لیے انتہائی ناگواری سے اسے سننے پر مجبور تھی۔

"ایک کپ دھو کر دو..." برنر بند کر کے اس نے پتیلی نیچے رکھی۔ مومنہ نے بغیر کچھ کہے کپ اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"اتنی للچائی نظروں سے میری چائے کو نہ دیکھو" وہ جو اس برائے نام پتی والی چائے کو بغور دیکھ رہی تھی ایک دم ہی نگاہیں ہٹا کر برتنوں کے ڈھیر کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"پیو گی..." بے حد سہولت سے کچن ٹیبل پر ٹک کر چائے کے سپ لیتا وہ بھرپور نظروں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"نہیں..." اس نے دانت پیس کر کہا۔

"میں بھی کون سا تمہیں دے رہا تھا۔ بس ایویں ہی صلح ماری ہے۔"

"تم باہر نہیں جا سکتے۔" اس کی بک بک سے تنگ آ کر مومنہ نے غرا کر کہا تھا۔

"نہیں۔" ارحم نے خالی کپ اس کی طرف بڑھایا اور پھر بہت مزے سے بولا۔ "اگر میں چلا جاؤں تو پھر تمہیں دیکھے گا کون... ستائے، جلائے گا کون... نہ نہ میں دنیا سے جانے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ تم اتنی خوش نہ ہو۔"

"تم جاؤ گے یا پھر میں ماموں کو بلاؤں۔" مومنہ نے پلیٹ پٹخ کر غصے سے کہا۔

"یہ ماموں کی دھمکی بھی خوب ہے۔" ارحم نے اک ٹھنڈی آہ بھری۔ وہ اب بھی مسکرا رہا تھا۔ مومنہ

تو اس کی دل جلانے والی مقابل کو زچ کرنے والی اسی مسکراہٹ سے چڑ تھی۔

"تم بہت ڈھیٹ ہو۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی، میری شان میں کچھ اور بھی قصیدے پڑھ دیجیے۔ میں ہمہ تن گوش ہوں۔" ارحم نے ٹیبل بجا کر دلنشیں انداز میں کہا تھا۔ مومنہ نے ٹونٹی بند کر کے چادر سے ہاتھ پونچھے اور پھر تیزی سے باہر نکلتی چلی گئی۔ دروازہ زوردار دھماکے سے بند کر کے وہ پلنگ پر ڈھے گئی تھی۔

ارحم کی فضول باتوں کو مسلسل سوچتے ہوئے وہ بھنا رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے کنپٹیاں دباتے ہوئے اس کا رواں رواں سلگ رہا تھا اور ایک بات تو طے تھی کہ اسے ارحم کا ساتھ کسی بھی حال میں قبول نہیں تھا۔ وہ اس سے نفرت کرتی تھی۔ آج سے نہیں بلکہ اس دن سے جب وہ اپنے چھ عدد دوستوں کے ساتھ ڈکیتی کے الزام میں پکڑا گیا تھا۔ ان دنوں وہ اسکول میں تھی جبکہ ارحم سیکنڈ ایئر کا اسٹوڈنٹ تھا۔ اخبار میں چھپنے والی خبر کو پڑھ کر تو گنگ سی وہ گم سم رہی تھی اور پھر لرزتی آواز کے ساتھ اس نے یہ روح فرسا خبر مامی جی کو سنائی تھی۔

"مگر وہ تو دوستوں کے ساتھ مری گیا ہے۔" مامی جی نے ٹوٹے لہجے میں بمشکل کہا تھا۔ ان کا دل اس شرمناک حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکاری تھا۔ صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھتے ہوئے انہوں نے مومنہ کی طرف دیکھا جو کہ خود بھی بے یقین سی کھڑی تھی۔

رات تک بات دور دور تک پھیل گئی۔ پورے خاندان والوں کو بھی پتا چل گیا۔ ماموں نے سنا تو دل پکڑ کر بیٹھ گئے۔ رحیم بھائی کی ہمت بلکہ مہربانی کی وجہ سے وہ ایک رات تھانے میں رہنے کے بعد گھر آچکا تھا مگر ماموں کے عتاب سے بچ نہ پایا۔ انہوں نے پہلی مرتبہ اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ لاتوں گھونسوں اور ٹھڈوں کے ساتھ اس کی پٹائی کی اور پھر گھر سے بھی نکال دیا۔ پوری رات فٹ پاتھ پر پڑے رہنے کے بعد وہ اپنے اسی دوست کے گھر چلا گیا تھا۔ اس کی غمزدہ داستان سن کر دانش کتنے ہی پل ہنستا رہا۔

ارحم ہونٹ بھینچے اس کی لن ترانیاں سن رہا تھا۔ پھر فوراً" ہی اپنی چکنی چپڑی باتوں سے بہلا پھسلا کر منا لیا۔ دانش کے ساتھ رہتے ہوئے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کس قسم کے مزاج کا مالک ہے۔ شراب و شباب کا دلدادہ وہ ایک بگڑا ہوا امیرزادہ تھا۔ جس کے والدین نے انہی حرکتوں کی وجہ سے گھر سے نکال دیا تھا۔

اتنی سی عمر میں دانش نے بڑے بڑے کارنامے سر انجام دیے تھے۔ چوری، ڈکیتی کی وارداتوں کے علاوہ وہ اخلاقی حدود سے گر چکا تھا اور دانش کے ساتھ رہتے ہوئے یہ کیسے ممکن تھا کہ ارحم بھی اس گندگی سے بچ پاتا۔ تقریباً" تین ماہ بعد رحیم بھائی نے اسے دانش کے فلیٹ سے ڈھونڈ نکالا تھا۔ اس دوران اس میں کتنی تبدیلیاں آچکی تھیں۔ اس سے سب ناواقف تھے۔ رحیم بھائی اسے زبردستی گھر لے آئے تھے اور انہی کے مجبور کرنے پر اس نے ماموں سے معافی بھی مانگ لی تھی۔ وہ کتنا بدل چکا تھا۔ نبیلہ اس کے انداز ملاحظہ کر کے ہولتی رہتی تھیں۔

رحیم بھائی نے ایک دفعہ پھر اسے درس گاہ کی راہ دکھائی۔ صد شکر کہ اس نے تعلیمی سلسلے کو دوبارہ جوڑ لیا تھا مگر اپنے دوستوں کے ساتھ کو اس نے نہیں چھوڑا تھا۔ ماموں کے دھمکانے پر وہ بدلحاظی پر اتر آتا تھا۔ کچھ سوچ کر انہوں نے ارحم کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ مومنہ اور کرن ان دنوں میٹرک کے پیپرز دے کر فارغ ہوئی تھیں۔ وہ اور کرن دونوں کوئی کورس کرنے کے متعلق سوچ رہی تھیں۔ ان دونوں کے درمیان بحث بھی اسی بات پر ہو رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ کوکنگ کا کورس کر لیا جائے جبکہ کرن کا کمپیوٹر کی طرف رجحان تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بحث تکرار میں اس قدر الجھی تھیں کہ ارحم کے آنے کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔ چونکیں تو وہ تب جب ارحم ان کے قریب آکر بیٹھ گیا۔

"کیا فضول تکرار کیے جا رہی ہو۔ پہلے کوکنگ کا

کورس کرلو پھر کمپیوٹر کا کرلینا۔"

"ارے واہ۔ یہ ٹھیک ہے۔" کرن نے چٹکی بجائی۔ مومنہ کو بھی یہ مشورہ پسند آیا تھا۔ وہ دونوں ایک مرتبہ پھر باتوں میں مصروف ہوگئی تھیں۔ مگر مومنہ کا سارا دھیان ارحم کی طرف تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ارحم اسے بہت غور سے دیکھ رہا ہے۔ پہلے پہل اس نے اپنا وہم جانا تھا مگر ارحم کا یوں بے حد بے باکی سے دیکھنا اسے بہت برا لگا تھا۔

اس کی نگاہوں میں نہ جانے کون سے جذبے ٹھاٹھیں مارتے تھے۔ مومنہ کبھی جان نہیں پائی تھی یا پھر جاننا چاہتی ہی نہیں تھی۔ ارحم کے بارے میں سوچتے سوچتے اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھنے لگا تھا۔ وہ کچھ دیر سونا چاہتی تھی۔ ابھی آنکھ لگے تھوڑی دیر ہوئی تھی جب عجیب سے غیر مانوس شور پر اس کی آنکھ کھل گئی۔ چکراتے سر کو تھامتے ہوئے وہ بستر سے اٹھی اور پھر سلیپر پیروں میں اڑس کر تیزی سے سیڑھیاں اترتی نیچے چلی آئی۔ لاؤنج میں ارحم کھڑا زور زور سے چلا رہا تھا اور مامی جی اسے ملامتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

"شکر کریں۔ میں نے اس کمینے کو جان سے نہیں مار دیا۔" ماں کے غصیلے تیور دیکھ کر وہ قدرے نرم پڑا تھا۔

"ارحم! تم ایک جگہ ٹک کر نوکری کیوں نہیں کرتے۔ ہر نئی جگہ پر دشمنیاں پال لیتے ہو۔ کیوں نہیں تم میں صبر تحمل کا مادہ۔ کسی بات کو برداشت بھی کرلیا کرو۔ ہر ایک کو رعایا سمجھ رکھا ہے تم نے۔" وہ تاسف سے کہتے ہوئے رو رہی تھیں۔

"شکر کیا تھا کہ ایک دفعہ پھر کافی اچھی نوکری مل گئی ہے۔ مگر تمہارے کرتوت۔"

"بس امی! آپ کو تو ساری خرابیاں مجھ میں ہی نظر آتی ہیں۔ اس گھونسو کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔ جو خوامخواہ بھنے خان بنا رعب جھاڑ رہا تھا مجھ پر۔" اس نے پانی کا گلاس بھرا اور غٹاغٹ چڑھا گیا۔

"ساری دنیا بری ہے۔ بس ایک تم ہی اچھے ہو۔"

نبیلہ نے تلخی سے کہا۔ وہ گلاس ٹیبل پر رکھ کر ان کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

"تعریف کا شکریہ۔" وہ ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھتا ہوئے مسکرایا۔

"بس کرو ارحم، نہ ستایا کرو مجھے۔" نبیلہ کی آنکھیں بھر آئیں۔ مومنہ گہرا سانس خارج کرتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ یہ تو اس کا معمول تھا۔ ہر نئی نوکری کو بغیر کسی وجہ کے لات مار آنا۔ اب بھی نہ جانے کیا معاملہ تھا۔ وہ جلتے کڑھتے آلو چھیلنے لگی۔ رات کو رحیم بھائی گھر آئے تو اس نئی خبر نے انہیں بھنا کر رکھ دیا تھا۔ کافی دیر گرج برس کر جب وہ خاموش ہوئے تو ماموں شروع ہوگئے۔ وہ اطمینان سے کھانا کھا کر ایک دفعہ پھر باہر نکل گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

رزلٹ آنے کے بعد کرن نے یونی ورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا تھا۔ جبکہ مومنہ، ماموں کے بے حد اصرار پر بھی رضامند نہیں ہوئی تھی۔

ارحم کی مشکوک سرگرمیاں اسی طرح جاری تھیں۔ رات رات بھر گھر سے غائب رہنا۔ دیر سے آنا اور دن چڑھے تک سونا۔

ماموں اور ارحم کی بہت دن سے کوئی جھڑپ بھی نہیں ہوئی تھی۔ گھر کی فضا پرامن تھی۔ ماموں زمینوں کے حساب کتاب کے سلسلے میں ملتان گئے تھے۔ ہفتہ بھر بعد ان کی واپسی ہوئی تھی۔

ان کے ساتھ ان کے عزیز از جان دوست حیات عمر بھی تھے۔ وہ اور سامعہ بھابی کچن میں گھسی کھانا بنا رہی تھیں۔ کرن پڑھائی کا بہانہ کرکے اپنے کمرے میں گوشہ نشین ہوچکی تھی۔ کھانا بنا کر مومنہ نے ٹیبل لگایا۔ ارحم کی ملاقات ماموں سے کھانے کی میز پر ہوئی تھی۔ اس نے بڑے غور سے حیات عمر کو دیکھا تھا تاہم اس نے کچھ بولنے سے گریز کیا۔ کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا۔ کھانے کے بعد گرین ٹی کا دور چلا۔ خلافِ معمول ارحم بھی ان کی محفل میں بیٹھ گیا۔

رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں۔ ماموں جی کے کہنے پر مومنہ، حیات عمر کو ان کے کمرے میں چھوڑنے کے لیے اٹھ گئی۔ سب کے اٹھنے کے بعد ارحم بھی خاموشی سے اٹھا اور اپنے کمرے میں جانے کی بجائے فرہان کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اسے آتا دیکھ کر چونک سے گئے۔ ارحم خاموشی سے ان کے مقابل بیٹھ گیا اور پھر ان کی طرف دیکھے بغیر آہستگی سے بولا۔

"یہ حیات انکل کیوں آئے ہیں۔ آپ ان سے مل آئے تھے پھر انہیں ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی۔ میری چھٹی حس جو پیغام مجھے دے رہی ہے کیا وہ ٹھیک ہے۔" فرہان نے عینک اتار کر میز پر رکھی اور اس کی طرف رخ کیا۔

"تم نے جو کہنا تھا کہہ لیا۔ اب یہاں سے چلے جاؤ۔ میں تم سے کلام کرنا نہیں چاہتا۔"

"بابا! پلیز۔۔۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں مزید کچھ کہنے سے روکا۔ "میں مومنہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" ارحم کے لہجے میں پہلے جیسی تندی نہیں تھی۔ وہ بہت سوچ سوچ کر بول رہا تھا۔ بابا کی خاموشی سے کسی طوفان کی آمد کا پتا دے رہی تھی۔ اسی لیے وہ الرٹ ہوگیا۔

"تم اب جاسکتے ہو۔"

"بابا! آپ کو کیا اعتراض ہے۔" وہ پہلی مرتبہ تحمل سے بولا۔ "مجھ میں کیا کمی ہے اور۔۔۔" نبیلہ کو اندر آتا دیکھ کر وہ ایک پل کو رکا۔

"ارحم! تم ادھر ہو۔ اور میں تمہیں پورے گھر میں ڈھونڈ رہی ہوں۔ یہ لو تمہارا فون ہے۔" نبیلہ نے کارڈلیس اس کی طرف بڑھایا۔ ارحم نے کارڈلیس ہاتھ میں پکڑ کر آف کا بٹن دبا دیا۔

فرہان سامنے رکھی کتاب میں گم ہوچکے تھے۔ ارحم نے نہایت اطمینان سے ان کے سامنے رکھی کتاب کو ہٹایا۔ اور پھر ماں کی طرف رخ کیا۔

"امی! آپ کے شوہر کی عدالت میں اپنا کیس رکھا ہے۔ بتائیں آپ کس کا ساتھ دیں گی۔" خلافِ توقع بڑے خوشگوار لہجے میں بول رہا تھا۔ نبیلہ کو بے حد حیرت ہوئی۔

"تم یہ مقدمہ ہار جاؤ گے لہٰذا اس ٹاپک کو کلوز کردو۔" فرہان رکھائی سے بولے تھے۔

"یہ آپ کی بھول ہے۔" ارحم نے سنجیدگی سے کہا۔

"بڑی خوش فہمی ہے تمہیں اپنے بارے میں۔" فرہان تلخی سے بولے تھے۔

"آپ دونوں کو کیا ہوگیا ہے۔" نبیلہ گھبرا اٹھیں۔

"حیات عمر کو آپ بھجوائیں گے یا پھر میں انہیں چلتا کروں۔" ارحم زہرخند ہوا۔

"کسی بھی قسم کی فضول حرکت کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ۔۔۔" انہوں نے اسے وارننگ دینے والے انداز میں کہا تھا۔

"آپ بھی کسی بھی قسم کا انتہائی قدم اٹھانے سے پہلے یہ یاد رکھیے گا کہ مومنہ میری محبت ہے اور میری ہی بیوی بنے گی۔" وہ اٹھتے ہوئے کٹیلے لہجے میں بولا تھا۔ فرہان نے کچھ سوچتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تم یہاں بیٹھو، اور نبیلہ تم فیصلہ کرنا۔" فرہان نے آہستگی سے کہا اور پھر سنجیدگی سے بولے۔ "یوں سمجھ لو کہ تم اس وقت ارحم کی ماں نہیں ہو اور نہ ہی مومنہ کے ساتھ تمہارا کوئی رشتہ ہے۔ میں تمہارے سامنے دو پرپوزل رکھتا ہوں۔ ایک تو حیات کا بیٹا ہے۔ نہایت شریف، باعزت پیشے سے منسلک ہے۔ کردار کا مضبوط اور صوم و صلواۃ کا پابند ہے۔ گھر میں خوشحالی بھی ہے۔ قدر کرنے والے لوگ ہیں۔

دوسرا یہ میرا بیٹا ہے۔ خوب صورتی ہے مگر صرف ظاہری۔ کام دھام کرتا نہیں۔ خوبی بھی کوئی ایسی نہیں ہے جس کا ذکر کیا جائے۔ کردار کے بارے میں بھی مشکوک ہے۔ لوٹ مار کرنے والوں میں بھی شامل رہا ہے۔ اب انصاف سے کام لو۔ بتاؤ کہ کون سا پرپوزل بہتر ہے جو تم کہو گی۔ وہ ہی ہوگا۔ یعنی کہ جس کے حق میں تم فیصلہ دو گی میں منظور کروں گا۔" اپنی بات مکمل کرکے انہوں نے ارحم کے سرخ چہرے کی طرف

دیکھتا تھا۔ اس کی آنکھوں سے گویا لہو ٹپک رہا تھا۔

"ہاں بھئی بولو۔" فرمان نے نبیلہ سے کہا۔

"میں کیا کہوں۔" وہ جز بز ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی تھیں۔ فرمان کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں کوشش کر رہا ہوں۔ بہت جلد نوکری مل جائے گی۔" وہ ماں کے کچھ کہنے سے پہلے ہی سرعت سے بولا تھا۔ فرمان نے سامنے رکھا چشمہ اٹھا کر لگایا۔

"اب تم جا سکتے ہو۔" وہ چند پل انہیں دیکھنے کے بعد دروازہ دھماکے سے بند کرتا تن فن کرتا باہر نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد نبیلہ شوہر سے مخاطب ہوئیں۔

"کیوں اتنا سخت دل کر لیا ہے آپ نے۔ مان جائیں اس کی بات۔"

"مان جاؤں۔ یعنی کہ مومنہ کی زندگی جہنم بنا دوں۔ اسے دلدل میں پھینک دوں۔" وہ تنفر سے بولے تھے۔ نبیلہ ہاتھ مسلتے ہوئے آبدیدہ ہو گئیں۔

"اس نے کبھی کوئی فرمائش نہیں کی ہے اور..."

"بس... مزید کچھ مت کہو۔" فرمان نے ہاتھ اٹھا کر انہیں کچھ بھی کہنے سے روک دیا تھا۔

"کل حیات چلا جائے گا۔ چند دن تک وہ اور اس کی بیوی دونوں آئیں گے۔ چھوٹی سی رسم کرنے کا ارادہ تھا میرا۔ اب سوچ رہا ہوں کہ منگنی وغیرہ کے چکر میں نہ ہی پڑوں۔ اگلے ہفتے مومنہ کا نکاح ہے۔ تم خفیہ تیاری رکھو۔ سامعہ سے بھی کہہ دو۔ اور ہاں اس کمینے کو بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے۔" وہ ایک مرتبہ پھر کتاب کھول کر اس میں گم ہو چکے تھے۔ نبیلہ آنکھیں دوپٹے سے رگڑتی کھڑی ہو گئیں۔

اگلی صبح حیات عمر ملتان روانہ ہو گئے تھے۔ ان کے جانے کے ساتھ ہی ارحم نے سکون بھرا سانس لیا تھا۔ ایک نادیدہ بوجھ کندھوں سے ہٹتا محسوس ہوا تھا۔ وہ بے حد ہلکا پھلکا ہو گیا۔ ایک دفعہ پھر اس نے پرانی روٹین شروع کر دی تھی۔ صبح کا گیا رات بہت دیر سے گھر لوٹتا تھا۔ زیادہ تر کتابوں میں ہی سر گھسائے رکھتا۔

یا پھر طرح طرح کے نوٹس بنائے جاتے۔ رحیم بھائی کے بتانے پر پتا چلا تھا کہ وہ ان دنوں سی۔ ایس۔ ایس کی تیاری کر رہا ہے۔ فرمان نے سنا تو بے حد حیران ہوئے۔ نبیلہ البتہ بہت خوش تھیں۔ ان کے سجدے ایک دم پھر طویل ہو گئے۔ ایک مومنہ تھی جسے کسی پل چین نہیں تھا۔

وہ دن اتوار کا تھا کرن ناشتے کے بعد اپنی سہیلی کے گھر چلی گئی تھی۔ سامعہ بھی رحیم بھائی کے ساتھ اپنے میکے گئی تھیں۔ صرف ماموں اور مامی جی گھر پر تھے۔ ارحم رات کو بھی گھر نہیں آیا تھا۔ اس نے ناشتے کے بعد برتن سمیٹ کر دھوئے پھر کچن اور لاؤنج کی صفائی کی۔ ماسی آج چھٹی پر تھی۔ پائپ اور جھاڑو لے کر وہ صحن میں آ گئی۔ پہلے پتوں اور پھولوں کا ڈھیر اکٹھا کر کے ڈسٹ بن میں ڈالا اور پھر پائپ لگا کر دھونے لگی۔ پائنچے چڑھائے، دوپٹہ اتارا اور بڑے مگن انداز میں صحن دھو رہی تھی جب ارحم کی بائیک صحن میں آن رکی۔ وہ بغیر اس کی طرف دیکھے پانی سمیٹ کر وائپر لگانے لگی تھی۔ ارحم اندر جانے کے بجائے اس کے قریب چلا آیا۔

"کیا ہو رہا ہے ڈیئر، یہ ماسیوں والا حلیہ کیوں بنا رکھا ہے۔" وہ اس کے دلکش نقوش دیکھتے ہوئے شگفتگی سے بولا تھا۔ مومنہ اس کی نظریں محسوس کر کے دوپٹہ اچھی طرح پھیلا لیا۔ اور پھر وائپر اور جھاڑو اٹھا کر پچھلے صحن میں رکھنے کے لیے چلی گئی۔ ارحم ہونٹوں کی تراش میں مسکان دبائے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گیا۔ مومنہ کچن میں آئی تو ارحم کو ملک شیک بناتے دیکھ کر چونکی اور پھر سبزی کی ٹوکری اٹھا کر لاؤنج میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد ارحم بھی جگ، گلاس اٹھائے آ گیا تھا۔

"کب تک غم کی تصویر بنی رہو گی۔ نکل آؤ اس دکھ کی کیفیت سے۔ منگنیاں تو ٹوٹتی ہی رہتی ہیں۔" جگ میں برف کے کیوبز ڈالتے ہوئے اس نے شریر لہجے میں کہا تھا۔ مومنہ نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"اتنی ظالم نظروں سے نہ دیکھو، سچ مچ مر جاؤں گا

میں۔" اسے مسلسل بولتا دیکھ کر مومنہ نے چھری پٹخی اور کھڑی ہو گئی۔

"کہاں جا رہی ہو۔ بیٹھو ادھر۔" مومنہ کو اٹھتا دیکھ کر اس نے ہانک لگائی۔ وہ سنی ان سنی کر کے مامی جی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ وہ بھی جارحانہ تیور لیے اس کے پیچھے ہی گیا تھا۔ مامی جی اسے آندھی طوفان کی طرح آتا دیکھ کر دہل گئیں۔

"مجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گی۔ آنا تو آخر تم نے میری ہی پناہوں میں ہے۔ تو پھر اتنا گریز کیوں؟" اس کا گداز بازو اپنی آہنی گرفت میں لے کر وہ سختی سے بولا تھا۔

"ارحم! یہ کیا بدتمیزی ہے۔" نبیلہ بمشکل اٹھی تھیں۔

"بتاؤ نا جانم، خاموش کیوں ہو۔" اس کی گردن کے گرد بازو حمائل کر کے ارحم نے غصیلے لہجے میں کہا تھا۔ مومنہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ لہرا کر اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا تھا۔ نہ جانے کہاں سے اتنی ہمت آ گئی تھی اس میں۔ ارحم ساکت نظروں سے کچھ پل اسے گھورتا رہا اور پھر جھٹکا دے کر اسے بیڈ پر گرا دیا۔ نبیلہ نے لپک کر اسے تھاما تھا۔ ورنہ شاید وہ چکنے فرش پر آن گرتی۔ ارحم کے خونخوار تیور دیکھ کر نبیلہ کی جان پر بن آئی تھی۔ انہوں نے دروازہ کھول کر اسے باہر کی طرف دھکیلا۔

"یہ تھپڑ تمہیں بہت مہنگا پڑے گا مومنہ ڈیئر۔ میرا باپ کہتا ہے ارحم بہت برا ہے۔ میں تمہیں برا بن کر دکھاؤں گا۔" وہ دھیمے لہجے میں غرا کر بولا تھا اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔ نبیلہ سرعت سے نیم بے ہوش مومنہ کی طرف لپکی تھیں۔

☼ ☼ ☼

ایک ہفتہ لگاتار گھر میں رہنے کے بعد وہ ایک دفعہ پھر گھر سے غائب ہو گیا تھا۔ فرمان نے اسی موقع کو غنیمت جان کر ملتان فون کر کے حیات عمر کو بلوا لیا تھا۔ وہ اپنی دو بیٹیوں اور بہو کے ساتھ رات کو ہی آ گئے تھے خوب لدے پھندے سے۔ پھلوں اور مٹھائی کے ٹوکروں سمیت۔ گھر میں نامانوس سی ہلچل مچ گئی تھی۔ سامعہ بھابی اور مامی جی بازار کے چکر لگانے میں مصروف ہو گئیں۔ کرن اس تمام ہنگامے سے قطعاً بے نیاز نظر آتی تھی۔ اس نے مومنہ کے ساتھ بات چیت بالکل بند کر رکھی تھی۔ مومنہ چاہ کر بھی اس کے بے گانگی بھرے رویے کو کھوج نہ سکی۔

جمعہ والے روز سہ پہر کے وقت اس کا نکاح تھا۔ مومنہ کی دو خالائیں ایک پھوپھی اور دیگر رشتے دار صبح ہی آ پہنچے تھے۔ لڑکیوں بالیوں نے ڈھولک منگوالی تھی۔ اور اب بے سرے راگ الاپے جا رہے تھے۔ لاؤنج میں ایک طوفان بدتمیزی مچا تھا۔ بچے چلا چلا کر ماؤں کے دوپٹے پکڑے رونے دھونے میں مصروف تھے۔ کچھ بزرگ خواتین بڑے کمرے میں سر جوڑے کانوں میں گھسی کھسر پھسر کر رہی تھیں۔ یقیناً غیبتیں ہی کی جا رہی ہوں گی یا پھر اس اچانک نکاح کی وجہ معلوم کرنے کی کوششوں میں ہلکان ہو رہی ہوں گی۔

کچھ مہمان خواتین اور بیاہتا لڑکیاں جن نظروں سے مومنہ کو دیکھتی تھیں وہ اپنے آپ میں ہی کٹ کر رہ جاتی۔ جی چاہتا تھا کہ خود کو ختم کر لے۔ کسی سے نگاہ ملانے کے لائق نہیں رہی تھی وہ۔ ارحم نے پورے خاندان میں جس طرح سے رسوا کیا تھا یہ کوئی معمولی بات تھوڑی تھی۔ وہ انہی کاٹ دار، طنزیہ نگاہوں سے چھپتی پھر رہی تھی۔

اس نازک وقت میں اسے اپنے ماں باپ بہت یاد آتے تھے۔ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو اپنی بچی کو یوں بے سائبان نہ ہونے دیتے۔ وہ پہروں ان کی تصویر تکتی اور ان سے باتیں کرتی۔ دل زیادہ گھبراتا تو مامی جی کی آغوش میں سر چھپا لیتی۔ اس کڑے وقت میں اسے کسی بہت اپنے کی بڑی شدت سے کمی محسوس ہو رہی تھی۔ کوئی ایسا دوست، ہمراز جس کے کندھے پر سر رکھ کر وہ اپنے سارے خدشات کہہ ڈالتی۔ دل کی بھڑاس بھی خوب نکالتی۔ کرن کا رویہ اسے بہت تکلیف پہنچا رہا تھا۔ وہ اس سے متنفر تھی۔ بات کرنا تو دور وہ مومنہ کی طرف

UrduPhoto.com

زخمی تھا۔ چہرے پر بھی زخموں کے نشان تھے۔ سب سے بے نیاز ایک ٹک باپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے پتھریلے تاثرات اور آنکھوں سے لپکتے شعلے دیکھ کر مومنہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہونے لگی تھی۔ چہرے کا رنگ ڈھلے ہوئے لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔ مولوی صاحب اس صورت حال کو سمجھے بغیر ایک دفعہ پھر کارروائی شروع کرنے لگے تھے جب ارحم نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کے لیے کہا۔

"پلیز مولوی صاحب آپ چند منٹوں کے لیے باہر تشریف لے جائیں۔ مجھے اپنے والد محترم سے ضروری بات کرنا ہے۔" اس نے سردوسپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے فرمان کی طرف دیکھا۔ جن کی رنگت پل بھر میں ہی زرد ہوگئی تھی۔ مولوی صاحب بغیر کچھ کہے رجسٹر سنبھالے باہر نکل گئے تھے۔

"میری خواہش' میری چاہت' میری محبت کا خوب جنازہ نکالا جارہا ہے۔" اس نے مٹھیوں میں جکڑے غصے کو دباتے ہوئے زہر خند لہجے میں کہا۔

"ارحم اللہ کے لیے کوئی ڈرامہ مت کرو۔ گھر مہمانوں سے بھرا ہے۔ ہماری عزت کو خاک میں مت ملاؤ۔" رحیم بھائی نے التجائیہ لب ولہجے میں کہتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

"ڈرامہ میں نہیں بلکہ آپ لوگ میری زندگی کے ساتھ کررہے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ ان لوگوں کو عزت کے ساتھ رخصت کردیں۔ ورنہ نتائج کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔" اس کے لہجے میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔ فرمان سینہ مسلتے ہوئے تیزی سے باہر نکل گئے۔ رحیم بھائی بابا کے پیچھے لپکے تھے۔ سامعہ نے بھی ان کی پیروی کی۔ مومنہ بے اختیار ارحم کی طرف بڑھی تھی۔

"اللہ کے لیے ارحم یوں مت کرو۔ مجھے ذلتوں کے اندھے گڑھے میں مت پھینکو۔ مجھے لوگوں کی نگاہوں سے مت گراؤ۔" وہ اس کے قدموں میں بیٹھ کر رو اٹھی۔

باقی آئندہ شمارے میں

دیکھتی بھی نہیں تھی۔ اس وقت بھی وہ کرن کے متعلق سوچتے ہوئے بے اختیار رودی۔ سامعہ بھابی کسی کام کے سلسلے میں ادھر آئیں تو اسے روتا دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔

"کیا بات ہے گڑیا! ادھر کیوں بیٹھی ہو۔ سب کے درمیان بیٹھو' ہنسو بولو۔" وہ اس کی نہ نہ کے باوجود زبردستی اٹھا کر لاؤنج میں لے آئی تھیں۔ لڑکیوں نے اسے دیکھ کر اپنے والیم مزید بلند کرلیے۔

اسی پل بارات آجانے کا اعلان ہوا تھا۔ شہوز کی دو بھابیاں' ماں اور رشتہ دار خواتین ابھی ابھی پہنچی تھیں۔ ان کے آنے کے ساتھ ہی بھگدڑ مچ گئی۔ مامی جی کے کہنے پر مومنہ کو اوپر پہنچادیا گیا تھا۔ اسی پل مولوی صاحب بھی آگئے۔ سامعہ بھابی مہمانوں کی تواضع میں لگی ہوئی تھیں۔ کرن ہنوز غائب تھی۔

مومنہ لرزتے قدموں سے چلتے ہوئے اپنے کمرے میں آئی تو اس کے پیچھے ہی شہوز کی بہنیں بھاری بھرکم شاپر اٹھائے چلی آئی تھیں۔ اب وہ بڑے دلار سے مومنہ کو ایک ایک چیز دکھارہی تھیں۔ وہ بے دلی سے دیکھتی رہی۔

شہوز کی چھوٹی بہن مومنہ کے ساتھ جڑ کر بیٹھی تھی۔ اس کے لبوں پر بڑی پیاری سی مسکان تھی۔ وہ باربار فرط محبت سے اس کے ساتھ لپٹ جاتی۔

"ہمارے ابا کی پسند لاجواب ہے۔" شہوز کی آپا نے پیار سے کہا۔

اسی پل سامعہ بھابی بڑی سی چادر لے کر اندر آئیں۔ ان کے پیچھے ایک بزرگ اور رحیم بھائی بھی تھے۔ سامعہ بھابی نے اشارے سے تمام لڑکیوں کو باہر نکلنے کو کہا۔

ان کے جانے کے بعد مولوی صاحب نے نکاح کی کارروائی شروع کی۔ اسی پل دھاڑ سے دروازہ کھلا تھا۔ اندر آتے ارحم کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے سکوت چھا گیا۔ سامعہ بھابی فق چہرے کے ساتھ رحیم بھائی کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ کم وبیش ایسے ہی تاثرات سب کے چہروں پر نظر آرہے تھے۔ ارحم کا دایاں بازو

UrduPhoto.com

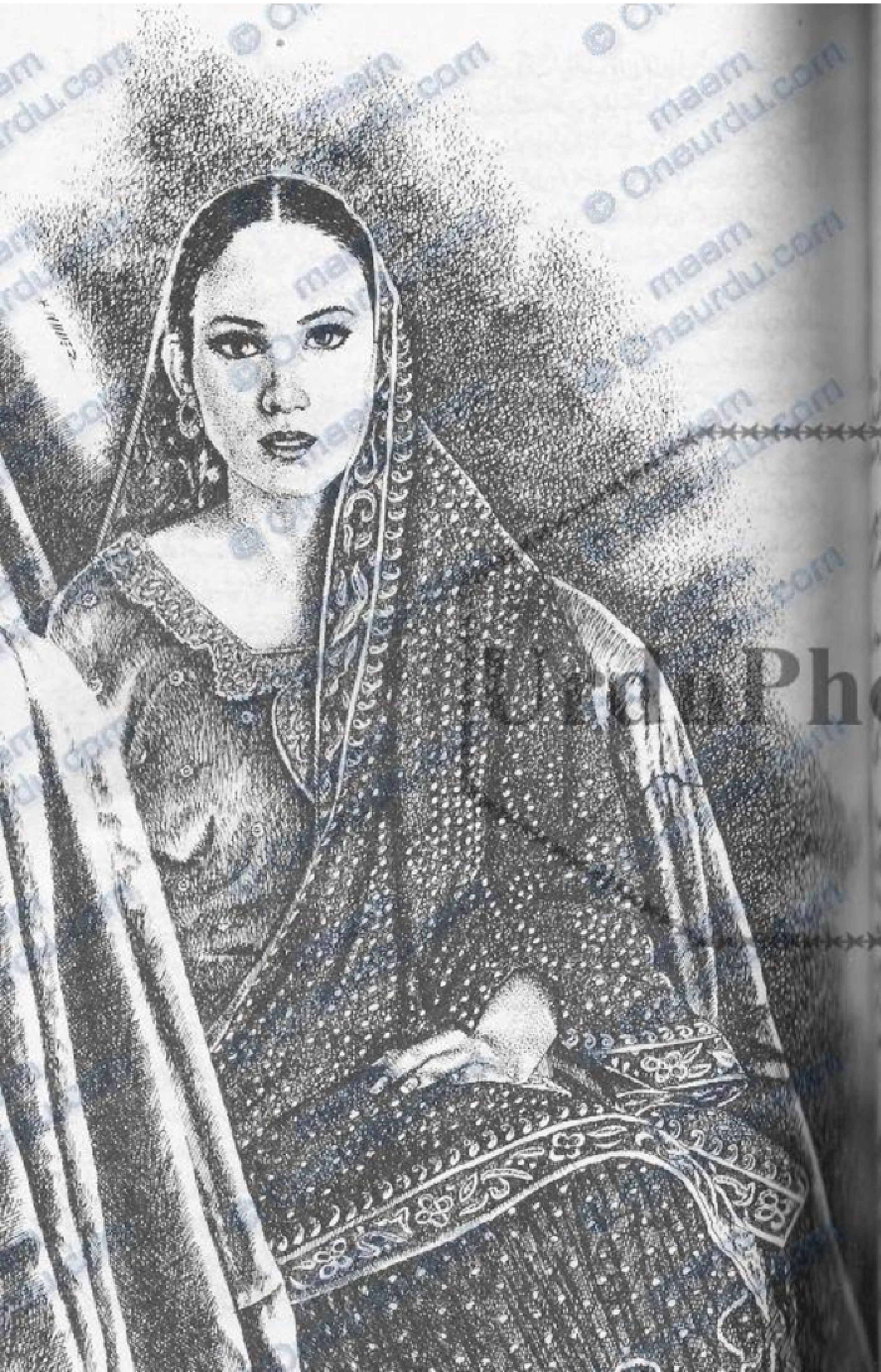

نایاب جیلانی

اجالے دور نہیں

۲

دوسرا اور آخری حصہ

"تمہیں لوگوں کی پروا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگوں کی تو فطرت ہے باتیں بنانے کی۔ بس میرے اور اپنے متعلق سوچو۔ وارننگ دی تھی میں نے تمہارے ماموں جان کو۔ مگر انہیں بھی عزت راس نہیں آئی۔ اب مجھے تو اپنی ناؤ ڈوبنے سے بچانا ہی ہے۔ اور اس کے لیے میں کس حد تک گزر جاؤں گا یہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔ ابھی اور اسی وقت انکار کر دو

ناولٹ

ورنہ..." وہ دانت پیس کر تنفر سے بولا تھا۔ مومنہ اس کے لہجے میں چھپی وحشت کو محسوس کر کے لرزا ٹھی۔ تبھی دھاڑ سے دروازہ کھلا اور ماموں جان خطرناک تیور لیے ارحم کی طرف بڑھے۔ ان کے ہاتھ میں پستول تھا۔

"کیا کر لو گے تم' ہاں بولو' میں بھی تو دیکھوں کہ تم کیا کر سکتے ہو۔ ابھی تمہارا کام تمام کرتا ہوں۔ ایسی نافرمان' بے غیرت اولاد کو قتل کر دینا ہی بہتر ہے۔" وہ پسینے سے شرابور الجھی سانسوں کو بمشکل ہموار کر کے بول رہے تھے۔ رحیم بھائی نے پیچھے سے آ کر ان کا پستول والا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ نبیلہ بھی لرزتی کانپتی آ گئی تھیں۔

"بابا! پلیز خاموش ہو جائیں۔ گھر میں بھانت بھانت کے لوگ ہیں۔ کسی کو بھنک بھی پڑ گئی تو ہماری عزت دو کوڑی کی رہ جائے گی۔"

"کون سی عزت کی بات کر رہے ہو۔ سر جھکا... اس نے میرا آج۔" انہوں نے ٹوٹے لہجے میں... ارحم بڑے اطمینان کے ساتھ کمرے میں رکھی... کرسی سنبھال کر بیٹھ گیا تھا۔

"اگر آپ ان لوگوں کو جواب نہیں دے سکتے... یہ نیک فریضہ سرانجام دے دیتا ہوں۔" حیات... اندر آتا دیکھ کر وہ لب بھینچ کر خاموش ہو گیا تھا۔

"کیا بات ہے فرمان! دیر کس بات کی ہے۔"... نے کچھ پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھا۔

"یہ ارحم بیٹے کو کیا ہوا ہے۔" ان کی نظریں... کے زخمی بازو پر ٹھہریں تو وہ کچھ حیران سے فرمان... طرف پلٹے۔

"کچھ زیادہ نہیں انکل! چھوٹا سا ایکسیڈنٹ... ہے۔ ایسے حادثات میرے ساتھ اکثر ہوتے ر... لیکن ایسی معمولی چوٹیں مجھ پر اثر انداز نہیں ہو... چوٹ تو دراصل وہ لگی ہے جس کا زخم کافی گہرا او... ناک ہے۔ اور جانتے ہیں کہ اتنا بڑا گھاؤ لگانے وا... ہے۔ یہ آپ کے محترم دوست۔ اپنے بیٹے کے د... کھلونا سمجھ رکھا ہے انہوں نے۔" اس نے... اطمینان سے کہا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔"

"کہنا تو بہت کچھ چاہتا ہوں۔ بس مختصر یہ سمجھ... کہ بابا کو دوسروں پر فیصلے مسلط کرنے کی عادت ہ... ہے۔ مومنہ کی شادی اس کی مرضی کے خلاف کر... ہیں۔" ارحم نے گویا ان کے سروں پر دھماکہ کیا... حیات عمر بے یقینی سے اپنے دوست کی طرف...

لگے تھے جبکہ مومنہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھتی لہرا کر زمین پر آن گری تھی۔

جب اس نے آنکھ کھولی تو ہسپتال کے کمرے میں خود کو موجود پایا۔ اس پر اتنی بڑی قیامت گزر چکی تھی اور وہ پھر بھی زندہ تھی۔ پورے سترہ دن ہسپتال میں رہنے کے بعد وہ آج گھر آئی تھی۔ پورے گھر پر چھائی خاموشی اور وحشت محسوس کرکے وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ مامی جی نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر بے ساختہ ساتھ لگالیا۔

حیات عمر گرجتے برستے آگ بگولا ہوئے اسی دن ملتان روانہ ہوگئے تھے۔ فرمان کی لاکھ منت سماجت کے باوجود۔ انہوں نے حیات سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی تھی یہاں تک کہ کرن کے رشتے کی بات بھی کر ڈالی مگر وہ تو گونگے بہرے ہوگئے تھے۔ دراصل مومنہ سے بیٹے کا نکاح وہ اس لیے کرنا چاہتے تھے کہ مومنہ کی تمام جائیداد اور گھر وغیرہ جہیز میں انہیں مل جائے گا اور وہ ملتان چھوڑ کر لاہور آن بسیں گے۔ جب بازی پلٹتی دیکھی تو غصے کے مارے اسی دن فرمان سے تمام تعلق توڑ کر چلے گئے۔

"نہ رو میری بچی۔" مامی جی کے بوڑھے چہرے پر بھی آنسو پھیل گئے تھے۔ سامعہ بھابی اسے تھام کر کمرے میں لے گئیں اور مامی جی نڈھال سی تخت پر گر پڑیں۔

یہ چند ہفتے کیسے گزرے تھے ان کا دل ہی جانتا تھا۔ اتنی ذلت اور رسوائی اٹھائی تھی ان دنوں میں کہ دل سے جینے کی امنگ تک ختم ہوگئی۔ فرمان نے بھی گھر سے نکلنا چھوڑ دیا تھا۔ اگر کوئی بھولے بسرے آبھی جاتا تو وہ بغیر ملے ہی اسے بھجوا دیتے۔ ارحم اس دن کے بعد سے دوبارہ گھر نہیں آیا تھا۔

یوں ہی دن پر دن گزرتے چلے گئے۔ بہار کا آغاز ہوا تو درختوں پر کونپلیں پھوٹنے لگی تھیں۔ موسم بھی کافی خوشگوار ہوگیا۔ کیاریوں میں لگے پھول کھل اٹھے تھے۔ مگر اس کے دل پر موسم خزاں نے بسیرا کرلیا تھا۔ انہی دنوں میں سامعہ بھابی کی خالہ نے کرن کو اپنے بیٹے کے لیے مانگ لیا تھا۔ یوں کرن کی شادی کے ہنگامے جاگ اٹھے۔ گھر پر چھایا جمود ایک دم ہی ٹوٹ گیا تھا۔ کرن نے بیاہ کر کینیڈا چلے جانا تھا۔ اسی لیے اس کے سسرال والوں کو بہت جلدی تھی۔ کرن کی شادی کی مصروفیت میں دن گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔

مہندی کی رات کرن نے بہت ضد کرکے ارحم کو بلوایا تھا۔ اس کے اصرار اور ضد کی وجہ سے ماموں بھی مان گئے تھے۔ مہندی کا فنکشن بہت شاندار ہوا تھا۔ ارحم کافی دیر سے آیا۔ اس کی آمد کے ساتھ ہی مومنہ منظر سے ہٹ گئی تھی۔ وہ اس کی صورت سے شدید ترین نفرت کرتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ارحم کی اس پر نگاہ پڑے۔ کمرے میں آکر اس نے اپنے بنے سنورے روپ کو بگاڑا اور تمام جیولری کو اتار پھینکا اور پھر دوبارہ کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ دو خوب صورت آنکھوں میں اسے نہ پاکر مایوسی کے رنگ اتر آئے تھے۔

بارات اور ولیمہ کے فنکشن میں بھی اس نے بڑی احتیاط برتی تھی۔ جہاں کہیں بھی ارحم کی موجودگی کا امکان ہوتا وہ غیر محسوس طریقے سے ہٹ جاتی۔ ولیمہ کے بعد ارحم ہوٹل سے ہی واپس جارہا تھا اور مامی جی اسے جانے نہیں دے رہی تھیں۔ پھر نہ جانے ان کے درمیان کیا کیا باتیں ہوئیں۔ وہ رحیم بھائی کی گاڑی میں بیٹھ کر گھر چلی گئی تھی۔

شادی کے ہنگامے سرد پڑے تو ایک دفعہ پھر زندگی معمول پر آگئی تھی۔ اس دوران کرن صرف دو مرتبہ آئی تھی رہنے کے لیے۔ کینیڈا جانے سے پہلے ایئرپورٹ پر اس کے گلے سے لگ کر کرن بہت روئی تھی۔ مومنہ بھی آنسو ضبط کرتی اسے تسلیاں دیتی رہی۔

"مجھے معاف کردینا موی! میں اپنے بھائی سے بہت محبت کرتی ہوں اس لیے۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی تھی۔ اسی پل کرن کی سسرالی فیملی بھی آن پہنچی تھی۔ ڈھیروں دعاؤں کے سائے تلے کرن کو رخصت کرکے جب وہ لوگ گھر آئے تو سب ہی افسردہ تھے۔ مامی جی تو

اپنے ہی کمرے میں گھس گئی تھیں۔ ماموں اسٹڈی روم میں چلے گئے تھے۔ رات کا کھانا تیار کرکے وہ ماموں کو بلانے کی غرض سے اسٹڈی روم میں گئی تو انہیں گہری سوچ میں گم پایا۔

"کیا بات ہے ماموں جان۔"

"کچھ نہیں بیٹے! بس اس ارحم کی وجہ سے پریشان ہوں۔ تم جاؤ کھانا تیار ہے۔" وہ گول مول لہجے میں کہتے ہوئے بولے تھے۔

"جی ہاں۔ آپ ہاتھ دھو کر آجائیں میں کھانا لگواتی ہوں۔" مومنہ آہستگی سے کہہ کر باہر نکل گئی تھی۔ وہ رات بھر ماموں کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔ صبح آنکھ بھی دیر سے کھلی۔ جب وہ باہر آئی تو سامعہ بھابی کو پریشانی کے عالم میں ٹہلتے پایا۔

"بھابی کیا ہوا ہے؟"

"امی کی طبیعت کچھ بہتر نہیں تھی۔ رحیم انہیں ہسپتال لے کر گئے ہیں۔" اس کے پوچھنے پر انہوں نے کسی سے بتایا تھا۔ وہ بھی پریشان ہوگئی تھی۔

"فون سے ہسپتال میں گئے ہیں۔ مجھے بھی لے چلیں۔" مومنہ بے اختیار رو دی تھی۔ سامعہ نے اسے ساتھ لگالیا۔

"اصل میں ارحم کو فون ۔ کیا ہے میں نے رحیم نے کہا تھا کہ اسے فون کردوں۔ ابھی کچھ دیر بعد وہ فون کرے گا۔ اس سے بات کرلوں پھر چلتے ہیں۔" مومنہ لرزتے قدموں سے چلتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئی۔ بار بار کال کرنے کے باوجود جب ارحم سے بات نہ ہوسکی اور رحیم نے ہی اس نے فون کیا تو وہ دونوں ہسپتال چلی آئی تھیں۔ صد شکر کہ مامی جی کی طبیعت زیادہ خراب نہیں تھی۔ مختلف ٹیسٹ وغیرہ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے انہیں فارغ کردیا تھا۔ ارحم کو ہسپتال میں دیکھ کر مومنہ کچھ حیران ہوئی تھی تاہم اس نے اپنے تاثرات کو ظاہر ہونے نہیں دیا۔

مامی جی کے بے تحاشا اصرار پر وہ ان کی سات نسلوں پر احسان کرتا گھر چلا آیا تھا۔ اسے گھر میں اپنی نظروں کے سامنے دیکھ کر مامی جی منٹوں میں بھلی چنگی ہوگئی تھیں۔ اور اب کچن میں کھڑی اس کی پسندیدہ ڈشز بنوا رہی تھیں۔ مومنہ کی تلملاہٹیں عروج پر تھیں چکن دھوتے ہوئے وہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔

"اونہہ۔۔۔ گویا صاحبزادے محاذ پر سے ہی تو لوٹے ہیں۔" وہ دانت کچکچاتے ہوئے زیرلب بڑبڑائی۔

"جس موڈ میں تم میرے لیے کھانا بنا رہی ہو۔ مجھے لگتا ہے کہ میں ضرور فوڈ پوائزن کا شکار ہوجاؤں گا۔ پلیز مٹھاس کا تڑکہ ضرور لگانا تاکہ بیلنس رہ سکے۔" وہ اس کے عین پیچھے کھڑا ہو کر چلایا تھا۔ مومنہ اچھل کر قدرے دور ہٹی۔ اور پھر اس کی طرف دیکھے بغیر سالن میں زور زور سے چمچہ چلانے لگی۔ ارحم پانی پی کر چلا گیا تھا۔ کھانے کی میز پر جب مامی جی نے بڑے ولار سے اس کی پلیٹ میں سالن ڈالا تو وہ مشکوک نظروں سے مومنہ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ مومنہ سنجیدگی کے ساتھ چاول ٹونگنے لگی۔ پہلے ہی نوالے کے ساتھ ارحم نے چونک کر ایک مرتبہ پھر مومنہ کا جائزہ لیا۔ مومنہ کے دل میں گویا ٹھنڈ پڑ گئی تھی۔

"کچھ زیادہ ہی میٹھے کا تڑکہ لگا دیا ہے۔" مومنہ کی طرف قدرے جھک کر ارحم نے کہا۔ میٹھے قورمے اور نمکین ٹرائفل کو انجوائے کرنے کے بعد جب پھیکی بدمزا چائے ملی تو وہ عش عش کر اٹھا تھا۔ اور اس وقت

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے
بہنوں کے لیے ایک اور ناول
وہ خبطی سی دیوانی سی
آسیہ سلیم قریشی
قیمت ۔۔۔ -/400 روپے
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37- اردو بازار، کراچی۔

UrduPhoto.com

سے لے کر اب تک مومنہ کی کوکنگ کی تعریفیں کیے جا رہا تھا۔ مومنہ جلتی بھنتی نماز پڑھنے کے لیے چلی گئی۔

وہ جو سوچ رہی تھی کہ ان نو دس مہینوں میں ارحم یقیناً کچھ بدل چکا ہوگا۔ یا پھر کم از کم اپنی گھٹیا حرکتوں پر شرمندہ ہوگا۔ مگر یہ صرف اس کی بھول تھی۔ چند دن تک گھر کی فضا پر امن رہی تھی اور وہ ایک دفعہ پھر اپنی اوقات دکھا گیا تھا۔ اس دفعہ ماموں بھی خاموش رہے تھے۔

دوسری رات نبیلہ نے فرمان کے سامنے ایک مرتبہ پھر یہی ذکر چھیڑ دیا تھا۔ وہ بہت دیر تک سوچتے رہے تھے پھر جب بولے تو ان کے لہجے میں واضح شکستگی تھی۔ جبکہ نبیلہ کا چہرہ کھل اٹھا۔

"تم مومنہ سے پوچھ لو۔ ویسے میرا نہیں خیال کہ وہ مانے گی۔"

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔" نبیلہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ اس رات انہیں بڑی پرسکون نیند آئی تھی۔

صبح ہوتے ہی انہوں نے موقع دیکھ کر مومنہ سے بات کرنے کی ٹھانی۔ وہ ان کی بات سن کر بالکل خاموش ہو گئی تھی۔

"تم نے جواب نہیں دیا بیٹا!" انہوں نے بڑی آس سے پوچھا تھا۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں مامی جی۔ آپ میرے لیے بہتر فیصلہ کر سکتی ہیں۔"

"ارحم بہت اچھا ہے بیٹا! ہم لوگ جیسا اسے سمجھتے ہیں۔ در حقیقت وہ ویسا نہیں ہے۔" نبیلہ نے گہری سانس خارج کر کے کہا تھا۔ مومنہ بے چینی سے انگلیاں موڑ رہی تھی۔

"جس کا کوئی کردار نہ ہو۔ جسے رشتوں کا شرم لحاظ نہ ہو۔ جو انسانیت کے معیار سے گر کر گھٹیا قسم کی حرکتیں کرے۔ وہ واقعی بہت اچھا ہوتا ہے۔" مومنہ نے تلخی سے سوچا۔

"اب تو وہ سرکاری نوکری کرنے لگا ہے۔ پہلے سے بہت حد تک بدل گیا ہے۔ کیا پتا تمہارے وسیلے سے اللہ اسے اور ہدایت دے دے۔" مامی جی نرم آواز میں کہہ رہی تھیں۔ "ہاں بالکل! پہلے ڈکیتیاں کرتا تھا اب کرواتا ہوگا۔ پہلے رشوت دیتا تھا۔ اب لیتا ہوگا۔" وہ محض سوچ کر رہ گئی۔

"بیٹا! کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ تم اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔ اور ہاں ایک بات دھیان میں ضرور رکھنا کہ ارحم تمہیں بہت چاہتا ہے۔"

"آگے کنواں اور پیچھے کھائی ہے۔" وہ زیر لب بڑبڑائی تھی۔ پھر چند پل سوچنے کے بعد بولی۔

"ٹھیک ہے مامی جی! مجھے آپ کا فیصلہ منظور ہے۔"

"میری پیاری بیٹی۔" فرط جذبات سے مغلوب ہو کر انہوں نے مومنہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ یہ خوشخبری ارحم تک بھی پہنچ چکی تھی اور دوسرے ہی پل وہ اس کے سامنے تھا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا۔ مومی ڈارلنگ کہ تم مان گئی ہو۔" وہ جگر جگر نظروں سے اس کے حسین چہرے کے ایک ایک نقش کو اپنی نگاہوں کے ذریعے دل میں اتار رہا تھا۔

"میں آج بہت خوش ہوں۔" وہ واقعی ہی خوش بھی تھا۔ اس کے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔

مومنہ کی رضامندی پا کر نبیلہ نے فوراً" شادی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اب وہ وقت ضائع کیے بغیر جلد از جلد ان دونوں کی شادی کروا دینا چاہتی تھیں۔ شادی کے سلسلے میں ہونے والے تمام اخراجات ارحم نے خود اٹھائے تھے۔ بری، زیورات اور ہوٹلز کے بلز وغیرہ سمیت تمام چیزوں پر وہ دل کھول کر پیسہ خرچ کر رہا تھا۔

خاندان والوں کو بھی ایک مرتبہ پھر چٹ پٹا موضوع مل گیا تھا۔ کئی شرپسند خواتین تو جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے اور لگائی بجھائی کرنے پہنچ بھی گئی تھیں۔

"اری نبیلہ! میں تو کہتی تھی کہ دال میں کچھ کالا تو ضرور ہے۔ ورنہ کیوں اتنی ہیرے جیسی لڑکی کا رشتہ کہیں طے نہیں ہو پا رہا تھا۔"

"جب لڑکا اتنا دیوانہ ہو رہا تھا تو تم لوگ ہی عقلمندی کا ثبوت دے دیتے۔ کیا ضرورت تھی جگہ جگہ لڑکی کی بات چلانے کی۔ خوامخواہ ہر دفعہ رسوائی ہی اٹھائی۔" کوئی اور خاتون بھی چٹخارے لے کر کہتی تھیں۔ اس پل مومنہ کا دل ڈوب مرنے کو کرتا تھا۔

"ویسے سنا تھا کہ مومنہ نہیں مان رہی۔ کیا اب راضی ہے یا تم لوگ ہی زبردستی کر رہے ہو۔ ویسے اتنی دفعہ رشتہ چھوٹا، منگنی ٹوٹی اب تو تمام کس بل نکل چکے ہوں گے مومنہ کے۔ بھلا ارحم میں کیا کمی ہے۔"

بڑی خالہ بھی بڑھ چڑھ کر بولتی تھیں۔ اس پل سامعہ بھابی، مامی جی کی مدد کو آ پہنچی تھیں اور پھر ایسے ٹکا ٹکا کر جواب دیتی تھیں کہ سب کی ہی جی بھر کے تسلی و تشفی ہو جاتی۔ مگر مومنہ کے دل میں ان کے نوکیلے الفاظ تیر کی طرح پیوست ہو کر رہ جاتے تھے۔ ان کے جانے کے بعد وہ گھنٹوں کڑھتی رہتی۔ جی چاہتا تھا کہ خود کو ختم کر لے مگر مرنا بھی تو آسان نہیں تھا۔ ماموں کے بوڑھے وجود کو دیکھ کر اس کے سارے ارادے ڈانواں ڈول ہو جاتے تھے۔

ماموں اور ارحم کی اب بھی کسی نہ کسی بات پر جھڑپ ہو جاتی تھی۔ ان کا دل اب بھی ارحم کی طرف سے صاف نہیں تھا۔ اول روز سے جو گرہ لگی تھی ابھی تک نہ کھل سکی۔ کچھ وہ اپنی "حرکتوں" کی وجہ سے زیادہ مشکوک ہو گیا تھا۔ اوپر سے اس کے شاہانہ اخراجات اور ٹھاٹ باٹ انہیں کھٹکتے تھے۔ فرمان کو گویا یقین تھا کہ ارحم بھی اس محکمے کے دوسرے بدنام افسروں کی طرح اوپر کی آمدنی سے بینک بھر رہا ہے۔ اتنی قلیل مدت میں فرنشڈ گھر، ذاتی گاڑی ان کے شبہات پر مہر لگانے کے لیے کافی تھی۔

"اتنی دیر سے کیوں آئے ہو؟" اس دن بھی وہ کافی دیر سے تھکا ہارا گھر آیا تو آتے ہی باپ کی اس تفتیش پر چڑ اٹھا۔

"ڈاکہ ڈال کے آیا ہوں۔ اسی لیے دیر ہو گئی ہے۔"

"تم سے ایسی ہی امید تھی۔ نیک کام کی توقع کی ہی نہیں جا سکتی تم سے۔" انہوں نے بھی طنزیہ کہا۔ وہ خاموشی سے ماں کو پیسے پکڑا کر اوپر جانے لگا تھا۔ جب باپ کے تلخ الفاظ نے اس کے قدموں کو زنجیر کر لیا۔

"پیسے کی ہوس انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ حرام، حلال کا فرق بھول جاتا ہے۔"

"پہلے آوارہ اور عیاش تھا اب راشی بھی ہو گیا ہوں۔ چلیں ایک خوبی اور سہی۔" اس نے گویا خود کو داد دی تھی۔ اور پھر استہزائیہ مسکراتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد نبیلہ شوہر سے الجھ پڑی تھیں۔

"کبھی تو بخش دیا کریں اسے۔ آپ کی انہی باتوں کی وجہ سے آج وہ اتنا بدلحاظ ہو گیا ہے۔ اگر......"

"اچھا اچھا اب تقریر جھاڑنے نہ بیٹھ جانا۔ ذرا کرن کا نمبر ملاؤ۔ میں اس سے بات تو کروں۔ کافی دن ہو گئے ہیں اس سے رابطہ نہیں ہو سکا۔"

"کرن نہیں آ سکے گی۔ شادی پر۔ ڈاکٹر نے اسے سفر کرنے سے منع کر رکھا ہے۔ ورنہ وہ تو اڑ کر پہنچتی۔" نبیلہ کے لبوں پر پرشفقت مسکان پھیل گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ اس وقت ارحم کے بیڈ روم میں بیٹھی بڑے عجیب قسم کے احساسات کا شکار تھی۔ اس مقام پر کیسی بے بسی نے آن لپیٹا تھا کہ وہ دل کے ہزار دفعہ انکار کرنے کے باوجود آج اس کے لیے سج سنور کر بیٹھی تھی۔ جس نے اس کی زندگی کا لمحہ لمحہ اجیرن کر رکھا تھا۔ پل پل کانٹوں پر گزرا تھا اس کا۔ حتی کہ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ سانسیں بوجھ لگنے لگی تھیں۔ دل میں عجیب طرح کے وسوسے سر ابھار رہے تھے۔ وہ کون سا ایسا جذبہ تھا جس کے تحت آج وہ ارحم کی سیج سجائے بیٹھی تھی۔

مامی جی کی ممتا بھری مجبوری۔ ماموں جان کی بے بسی۔

UrduPhoto.com

رحیم بھائی کی التجا۔ لوگوں کے کاٹ دار لہجے، سوال کرتی نگاہیں یا پھر دل میں کنڈلی مارے بیٹھی نفرت۔

وہ جان نہیں پائی تھی کہ کون سا جذبہ طاقتور ہے۔ سوچوں میں الجھے اسے پتا نہیں چل سکا تھا کہ کب ارحم کمرے میں داخل ہوا ہے۔ مومنہ نے چونکتے ہوئے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا نظر آیا۔ اس کے ہونٹوں کی تراش میں مسکراہٹ دبی تھی جبکہ آنکھیں جگمگا رہی تھیں۔

"کیا بہت اچھا لگ رہا ہوں۔" اسے ایک ٹک اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ شرارت سے بولا تھا۔ مومنہ نے کچھ گڑبڑا کر نظروں کا زاویہ بدل لیا۔ ارحم مسکراتے ہوئے اس کے عین سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔" اس نے مومنہ کے وجود سے پھوٹتی روشنیوں کو دل میں اتارتے ہوئے مخمور لہجے میں کہا تھا۔

"لو مومنہ ڈارلنگ! آج تمہیں فتح کر ہی لیا ہے۔" ارحم نے کمال بے تکلفی سے اس کی حنائی نرم و گداز ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لے کر ہولے سے دبایا۔

"فتح دلوں کی ہوتی ہے۔ جسموں کی نہیں۔ تم جیسے نفس کے غلام کیا جانیں۔" مومنہ نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑواتے ہوئے ترشی سے کہا۔

"چلو تمہاری بات مان لیتے ہیں۔ جب تم دسترس میں آچکی ہو تو دل تک رسائی کون سا مشکل کام ہے۔" ارحم نے نرمی سے اس کے گلابی ملائم گال کو چھوا۔

"خیر سے اپنی شکست پسند آئی یا نہیں۔" اس نے چڑانے والی مسکراہٹ لبوں پر سجالی تھی۔ مومنہ کے تن بدن میں گویا آگ لگ گئی۔

"جیسے تم گھٹیا ہو۔ ویسی ہی گھٹیا تمہاری گفتگو ہے۔" وہ سلگتے ہوئے سنبھل کر اس کے قریب سے اٹھی تھی اور پھر دوسرے ہی پل لہرا سی گئی۔ ارحم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا تھا۔

"چھوڑو مجھے کمینے انسان۔" وہ دبی آواز میں چلائی۔

"زبان کو ذرا کنٹرول میں رکھو۔ اور زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ساتھ رہنا ہے تو پرانے نخرے بھول جاؤ۔" دھیمی آواز میں غراتے ہوئے اس نے مومنہ کا ہاتھ اتنے زور سے دبایا تھا کہ تکلیف کے مارے اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ پھر وہ اٹھا اور روم فریج سے پیپسی کا ٹن نکال لایا۔ ایک ہاتھ میں ٹن پکڑے دوسرے ہاتھ سے اس کا بازو دبوچے وہ آئینے کے سامنے اسے کھڑا کر کے بغور دیکھنے لگا تھا۔

وہ کچھ حیران اور خوف زدہ سی اس کے بدلے بدلے تاثرات کو دیکھنے لگی تھی۔ پھر ارحم نے دیکھتے ہی دیکھتے پیپسی سے بھرے ٹن کو پوری شدت کے ساتھ آئینے پر دے مارا تھا۔ چھوٹی بڑی ڈھیروں لکیریں آئینے کے درمیان پڑ کر اسے بدنما کر رہی تھیں۔ مومنہ نے وحشت بھری نظروں سے اس کی لال انگارہ آنکھوں کو دیکھا۔ پھر ارحم نے ان ٹوٹے کانچ کے ٹکڑوں کو اسے اٹھانے کے لیے کہا تھا۔ وہ سہمتے ہوئے اس سے کچھ دور ہٹ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"انہیں اٹھاؤ۔" وہ زور سے دھاڑا۔

"م… میں…" مومنہ ہکلاتے ہوئے بولی تھی۔

"ہاں تم…" اس نے تلخی سے کہا۔ مومنہ [illegible] سنبھال کر آہستگی سے کرچیاں اٹھانے لگی تھی۔ اک ننھا کانچ کا ٹکڑا اس کی انگلی میں چبھا تھا اور اک نوکیلا کانچ دل میں۔ پتا نہیں تکلیف دل کو زیادہ ہوئی تھی یا پھر انگلی کو۔ اس کی آنکھوں سے موتی ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے تھے۔ اسی پل ارحم نے پلٹ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا اور پھر یکے بعد دیگرے تین چار تھپڑ اس کے نرم رخساروں پر دے مارے۔ وہ درد سے بلبلا اٹھی۔

"یہ وہ تھپڑ ہے، جو تم نے مجھے مارا تھا۔ شاید تم بھول چکی ہو مگر میں نہیں بھولا ہوں۔ اپنی بے عزتی کا وہ لمحہ یاد ہے مجھے۔ کیسے میری انا کو زخم زخم کیا تھا تم نے 'مرد کا انتقام نہیں دیکھا ہے اور پھر میرے جیسے مرد کا۔"

وہ طیش کے عالم میں بولتا چلا گیا تھا۔ اور مومنہ اس کے لبوں سے نکلنے والے شعلوں کی تپش سے سر تا پا جھلس رہی تھی۔ ارحم کچھ لمحے مزید لفظوں سے چھلنی

کرنے کے بعد واش روم میں گھس گیا تھا۔ ٹھنڈے پانی سے شاور لیا تو اعصاب کچھ پرسکون ہو گئے تھے۔ وہ باہر نکلا تو مومنہ کو اسی کیفیت میں مجسمہ بنے گم سم کھڑے پایا۔

"محترمہ! کیا کھڑے کھڑے ہی رات بتانے کا ارادہ ہے۔" وہ بال بناتے ہوئے نرمی سے بولا تھا۔ مومنہ نے بھیگی آنکھوں سے اس کے پل پل بدلتے موڈ کو ملاحظہ کیا۔

"اب جاؤ بھی، چینج کر آؤ۔" پرفیوم اسپرے کرنے کے بعد وہ بیڈ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ مومنہ مرے مرے قدم اٹھاتی ڈریسنگ روم میں گھس گئی۔ آدھے گھنٹے بعد جب خوب رو کر دل کی بھڑاس نکال کر وہ باہر آئی تو کمرے میں نیلگوں روشنی کا غبار پھیلا تھا۔ وہ سنبھل سنبھل کر چلتے ہوئے بیڈ تک آئی اور پھر بیڈ کے کنارے پر ٹک کر اس نے کمبل اپنے اردگرد پھیلا لیا تھا۔ ارحم [illegible] ٹھٹکا اور پھر اس کے لب مسکرا اٹھے تھے۔

"رونمائی کا تحفہ نہیں لینا۔" مومنہ کے بازو پر ہاتھ رکھے وہ بڑی گہری جذبے لٹاتی نظروں سے اسے تک رہا تھا۔

"جو مل چکا ہے وہ ہی کافی ہے۔" اس نے ترشی سے کہا۔

"مگر میں اسے کافی نہیں سمجھتا۔ آخر آل تمہیں یہ بھی بتانا ہے کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔" وہ بوجھل لہجے میں کہتا اسے اپنے بازوؤں کی گرفت میں لے چکا تھا اور وہ چاہ کر بھی کوئی مزاحمت نہیں کر پائی تھی۔

☼ ☼ ☼

شادی کے چوتھے روز ہی اس نے مومنہ کو پیکنگ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ مامی جی نے سنا تو ارحم کے خوب ہی لتے لیے۔ وہ لاپرواہی سے سنتا رہا۔

"آخر ضرورت کیا ہے تمہیں علیحدہ رہنے کی۔ اتنا بڑا گھر ہے۔ اگر تم چاہو تو اوپر والے پورشن میں الگ رہ لو۔ مگر یوں ایک ہی شہر میں ہوتے ہوئے دوسری جگہ رہنے کی کوئی تک بھی بنتی ہے؟"

"مامی جی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ جب پوسٹنگ ہوگی تو پھر دیکھا جائے گا اب…" مومنہ بھی ان کی سپورٹ پا کر آہستگی سے منمنائی تھی۔ ارحم نے مڑ کر اسے کٹیلی نگاہوں سے گھورا۔

"تم سے کس نے مشورہ مانگا ہے۔"

"آخر "وجہ" کیا ہے؟" نبیلہ انہیں آپس میں الجھتا دیکھ کر جھنجلا کر بولی تھیں۔ مومنہ کے چیزیں سمیٹتے ہاتھ اک پل کو رکے تھے۔ "نہ جانے کیا ارشاد کرے گا۔" وہ سوچ کر رہ گئی۔

"سب سے بڑی "وجہ" آپ کے یہ بھانت بھانت کے رشتے دار ہیں۔ جو کہ منہ اٹھائے کبھی آ رہے کبھی جا رہے ہیں۔ مجھ سے زیادہ تو انہوں نے ہی میری "بیوی" کو دیکھا ہوگا۔ جب دیکھو جونکوں کی طرح میری بیوی سے چمٹے رہتے ہیں۔ اب آپ انہیں یہاں سے چلتا بھی کریں۔ آخر حد ہوتی ہے کسی بات کی۔" مامی جی نے یہ نامعقول "وجہ" سن کر اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

"تم اس لیے اپنا گھر چھوڑ رہے ہو۔" نبیلہ نے تاسف سے کہا۔

"نہیں، میں کب گھر چھوڑ رہا ہوں۔ بس چند دن تک اپنی بیوی کے ساتھ پرسکون ماحول میں رہنا چاہتا ہوں۔"

"حد ہوتی ہے بے حیائی کی۔ یہ کیا بیوی بیوی کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اور کیا ادھر سکون نہیں ہے۔" نبیلہ تلملا اٹھیں۔

"آپ کیا روایتی ساسوں والی جیلسی فیل کر رہی ہیں۔" ارحم نے کچھ چونک کر ماں کی طرف دیکھا تھا۔

"لو اور سن لو…" نبیلہ نے مومنہ کی طرف رخ کیا۔ "یہی بات سننے کی کسر رہ گئی تھی۔"

"دیکھ لیں امی میں اپنی "بیوی" کے ساتھ کسی بھی قسم کی زیادتی ہونے نہیں دوں گا۔"

"پھر بیوی…" نبیلہ بھنا اٹھیں۔

"خود چاہے جتنی مرضی زیادتیاں کر لے۔ دوسروں

UrduPhoto.com

کو نہیں کرنے دے گا۔" مومنہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

"یہ تم کیا مِن مِن کر رہی ہو۔" ارحم نے مومنہ کے ہلتے لبوں کو دیکھ کر کہا تھا اور پھر بالوں میں برش کر کے اسے تیار رہنے کا آرڈر دے کر گاڑی کی چابی اٹھائے باہر نکل گیا تھا۔ مومنہ اس کے نکلتے ہی نبیلہ کی طرف لپکی۔

"مامی جی! مجھے ارحم کے ساتھ کہیں نہیں جانا۔ پلیز اسے منع کریں۔" دونوں ہاتھ ان کے گھٹنوں پر رکھ کر اس نے بے چارگی سے کہا تھا۔ نبیلہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔ فرمان نے سنا تو فوراً ہی دو ٹوک انداز میں انکار کر دیا۔

"تم صبح کے گئے رات دیر سے گھر آتے ہو اور کبھی کبھی تو رات بھر غائب رہتے ہو۔ یہ اکیلی کیسے رہے گی۔"

"اکیلی کہاں ہوگی۔ ملازمہ کا بندوبست کر دوں گا۔" ارحم نے اپنے تئیں ایک اور معقول بہانہ تراشا تھا۔ فرمان خفگی سے اسے دیکھ کر رہ گئے۔

"اپنا بھرا پرا گھر چھوڑ کر یہ ملازمہ کے ساتھ رہے گی۔" نبیلہ نے ناراضی سے کہا تھا۔

"اف امی! ایک تو میں آپ لوگوں کی اس بے جا روک ٹوک سے بہت تنگ ہوں۔" ارحم نے ناگواری سے سر جھٹکا۔ رحیم کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ جبکہ سامعہ بھابی مسکرا اٹھیں۔

"اصل میں دیور جی کو ہماری مداخلت ناگوار گزرتی ہے۔" فرمان کے اٹھتے ہی سامعہ بھابی نے شرارت سے کہا تھا۔

"تو اور کیا۔" ارحم نے بھرپور انداز میں تائید کی تھی جبکہ مومنہ کا سر مارے حیا کے جھک گیا تھا اور پلکیں بوجھل ہو گئیں۔

"نہ جانے کیا خناس بھرا رہتا ہے اس کے دماغ میں۔" ان دونوں بھائیوں کے جانے کے بعد نبیلہ سر تھام کر بولی تھیں۔ سامعہ برتن سمیٹنے لگی تھیں جبکہ مومنہ لاؤنج میں آ کر ٹی وی کھول کر بیٹھ گئی۔ پھر سامعہ کی کزن آ گئیں تو ان کے ساتھ وقت گزرنے کا پتا بھی نہیں چلا تھا۔ لنچ آورز میں ارحم کو گھر دیکھ کر سامعہ کو کھانسی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ وہ کبھی انہیں مسلسل کھانستا دیکھ کر حیران ہوا۔

"کیا بات ہے بھابی۔"

"کچھ نہیں بس تمہیں خلاف معمول گھر میں دیکھ کر بے حد حیرت ہو رہی ہے۔" وہ شرارت آمیز لہجے میں بولیں۔ ارحم کندھے اچکاتا اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔ مومنہ بیڈ پر نیم دراز کوئی فیشن میگزین دیکھ رہی تھی۔ اسے بے وقت آتا دیکھ کر کم و بیش سامعہ بھابی جیسے ہی تاثرات مومنہ کے چہرے پر ابھرے تھے۔

"تم اس وقت۔" ارحم کے ماتھے پر سلوٹوں کا جال نمودار ہو گیا تھا۔ چہرے پر غصے کے آثار نظر آنے لگے۔ بریف کیس صوفے پر پٹخ کر اس نے جوتوں کے تسمے کھولے۔

"یہ میرا گھر ہے۔ جب مرضی آؤں جاؤں۔ تم کون ہوتی ہو حساب رکھنے والی۔" وہ تڑخ کر بولا تھا۔ مومنہ نے میگزین بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

"میں کب کہہ رہی ہوں کہ یہ تمہارا گھر نہیں ہے۔ اصل میں پہلے تم اس وقت کبھی بھی گھر نہیں آئے ہو نا۔ اسی لیے۔" وہ صفائی پیش کرتی جز بز سی ہو گئی۔

"اچھا اچھا۔ اب باتیں نہ بگھارو، کچھ کھانے کو ہے تو لا دو۔" ارحم باتھ روم کی طرف بڑھتے ہوئے تحکم سے بولا تھا۔ مومنہ بڑبڑاتی ہوئی نیچے چلی آئی۔

لنچ ٹائم میں وہ تینوں خواتین ہی ہوا کرتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے کبھی اپنے لیے اہتمام نہیں کیا تھا۔ ہلکے پھلکے سینڈوچز لیے جاتے۔ ماموں دوپہر کو کچھ نہیں کھاتے تھے سوائے پھلوں کے جوس کے۔ رحیم بھائی رات کو گھر آتے تھے اور ارحم کبھی ہوتا تھا کبھی نہیں۔ اسی لیے زیادہ تر اہتمام ڈنر پر ہی کیا جاتا۔

کچھ پریشانی کے عالم میں اس نے فریج میں جھانکا۔ آٹے کا باؤل نکال کر تین عدد پھلکے بنائے۔ کباب فرائی

کیے، سلاد بنایا۔ رات کے چاول پڑے تھے انہیں مائیکرو ویو میں گرم کیا۔ ٹرے میں سادہ سا لنچ سجا کر جب وہ اوپر آئی تو ارحم —— لیٹا میگزین دیکھ رہا تھا۔ اس نے خاموشی سے ٹرے اس کے سامنے رکھی۔

"یہ کباب ہیں۔" اس نے ٹوٹے ہوئے ادھ جلے کباب کو اس کے سامنے لہرایا۔ مومنہ لب بھینچ کر رخ پھیر گئی تھی۔

"کتنی پھوہڑ عورت ہو تم، کوئی کام ڈھنگ سے نہیں کر سکتیں اور یہ چاول کتنے بدذائقہ اور پھیکے سے ہیں۔ کوکنگ کا کورس اچھا کیا ہے کہ کچھ بنانا نہیں آتا۔ کبھی مجھے کوفتے کھلاتی ہو کبھی تیز نمک والا اٹرا کفل۔ اٹھاؤ یہ سب۔" وہ ٹرے پرے دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر پاؤں پٹختا باہر نکل گیا۔

"اونہہ۔" مومنہ نے نخوت سے سر جھٹکا۔

"میں کیوں پکا پکا کر تمہیں ٹھنساؤں۔" وہ غصے سے آواز میں بولی تھی اور پھر برتن اٹھا کر باہر نکلتی چلی گئی۔

☆ ☆ ☆

اس دن موسم بہت خوش گوار تھا۔ آسمان سفید بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ارحم نے اسے آفس سے فون کیا تھا کہ وہ تیار ہو جائے کسی دوست کی طرف جانا تھا۔ مومنہ نے بن دلی سے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔ اس کا ارحم کے ساتھ جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس کے دوست اسی قسم کے ہوں گے۔ یہ وہ اچھی طرح سے جانتی تھی۔ اوباش، آوارہ۔ ایسے لوگوں کی دعوت وہ کیوں قبول کرتی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ارحم سے کس قسم کا بہانہ کر کے جان چھڑوائے۔

کافی دیر سوچنے کے بعد اسے کوئی بھی معقول بہانہ نہیں سوجھا تھا۔ پھر جب ارحم کے آنے کا وقت ہو گیا تو بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگی تھی۔ اچانک ہی ایک خیال کوندے کی طرح لپکا تھا۔ وہ فوراً ہی نچلے پورشن میں قدرے الگ تھلگ بنے اسٹور روم کی طرف بڑھ گئی۔

ان کا اسٹور کافی کشادہ اور ہوادار تھا۔ مامی جی کی پرانی پیٹیاں اور سامعہ بھابی کے جہیز کا وہ سامان جو استعمال نہیں ہوتا تھا اسی اسٹور کی زینت بنا ہوا تھا۔ نانا جان کا پلنگ بھی ایک دیوار کے ساتھ لگا کر رکھا تھا۔ وہ نہایت اطمینان سے لاک کھول کر اندر آ گئی۔ اور پھر اچھی طرح دروازہ بند کر کے پلنگ پر دھم سے بیٹھ گئی۔ کچھ دیر ادھر ادھر کا جائزہ لینے کے بعد وہ سونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی۔

جب اس کی آنکھ کھلی اول تو کچھ سجھائی ہی نہیں دیا تھا۔ اور نہ ہی وہ سمجھ پائی تھی کہ وہ ہے کہاں۔ جب ذہن قدرے بے دار ہوا تو وہ سرعت سے اٹھی۔ لانبے گھنے بالوں کو سمیٹا۔ دوپٹہ درست کر کے اس نے سلیپر پیروں میں اڑسے اور پھر تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ رات کے گہرے سائے ہر سو پھیل چکے تھے۔ چاند افق پر چمک رہا تھا۔ اور صحن کی تمام لائٹس بھی آن تھیں۔ اس نے لاؤنج میں آ کر گھڑی پر نگاہ دوڑائی تو رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔ اسی پل سامعہ بھابی کچن سے باہر نکلی تھیں۔ اسے دیکھتے ہی ان کی چیخ نکل گئی۔

"کہاں تھیں تم موی۔"

"میں اسٹور میں سو رہی تھی۔ کیوں خیر تو ہے۔" اس نے لمبی سی جماہی روک کر کہا تھا۔ سامعہ بھابی نے اک زوردار دھپ اس کی کمر پر لگائی۔

"بے وقوف لڑکی! کہاں کہاں نہیں تلاشا ہم نے تمہیں۔ گھر کا چپا چپا چھان مارا۔ ویسے میرا خیال تھا کہ ضرور اسٹور میں گھسی ہوگی۔ جب بھی تمہاری کسی کے ساتھ ناراضی ہوتی تھی تو تم اسٹور میں چھپ جاتی تھیں۔ امی بھی کہہ رہی تھیں کہ سارا اسٹور میں دیکھو مگر میں نے سوچا کہ تم اب بڑی ہو گئی ہو اور شادی شدہ بھی۔ لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا ہے۔ ذرا فون کر کے ارحم کو بتا دوں۔ کیسا طوفان اٹھا رکھا تھا ابھی اس نے۔ تھوڑی دیر پہلے ہی گھر آیا تھا۔ اب تمہارے دشمن کی

طرف تمہیں لینے کے لیے گیا ہے۔" سامعہ بھابھی شگفتگی سے کہتی فون اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئیں۔ مامی جی بھی نماز پڑھ کر باہر آگئی تھیں اور پھر اسے دیکھ کر خوب ہی ڈانٹا تاڑا۔

"دشمن کی طرف جانا تھا تو بتا تو دیا ہوتا۔"

"میں دشمن کی طرف کب گئی تھی۔ میں تو اسٹور میں سو رہی تھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے نبیلہ کی گردن میں بانہیں حمائل کردیں۔ اسی پل ارحم تنتناتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔ اس پر نگاہ پڑی تو غصے سے چیخ گیا۔

"شرم نہیں آتی ایسی گھٹیا حرکت کرکے۔" وہ مومنہ کے قریب آکر دھاڑا تھا۔ وہ نبیلہ کے مزید قریب ہوگئی۔

"ارے ہے۔ کیا کیا ہے اس نے۔ اسٹور میں سو رہی تھی۔" نبیلہ نے فوراً ہی حمایت کی۔

"اس سے پوچھیے' ایسی غیر ذمہ دارانہ حرکت کرنے پر کیا سزا دوں اسے۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ عمیر کے گھر جانا ہے مگر یہ محترمہ اسٹور میں قیلولہ فرما رہی تھیں۔" وہ آگ بگولا ہو کر چلایا تھا۔ نبیلہ نے خفگی سے بیٹے کی طرف دیکھا۔

"یہ سزائیں تم دینا اپنے مجرموں کو تھانے میں۔ خبردار ایسی بات کبھی زبان سے نکالی اور رہی بات دعوت کی تو بھول گئی تھی بے چاری۔" نبیلہ نے سرے سے بات ہی ختم کردی تھی۔ وہ غصے سے دھپ دھپ کرتا سیڑھیاں چڑھ گیا۔ مومنہ بھی بھرپور مسکراہٹ لبوں پر سجائے اس کے پیچھے ہی چلی آئی تھی۔ وہ کمرے میں نہیں تھا شاید واش روم میں تھا۔ مومنہ بیڈ پر بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگی۔ پہلی مرتبہ ارحم کو خوب ستا کر اسے بہت لطف آیا تھا۔

"اصل میں میں بھول گئی تھی کہ تم نے مجھے کہیں جانے کے لیے کہا تھا۔" مومنہ نے جان بوجھ کر لہجے میں شرمندگی بھری۔ ارحم نے مڑ کر اس پر اک سلگتی تیکھی نگاہ ڈالی۔

"زیادہ ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جانتا ہوں میں کہ تم میرے ساتھ جانا نہیں چاہتی تھیں۔ اگر صاف لفظوں میں مجھے اس وقت بتادیتیں تم' تو میں عمیر سے معذرت کرلیتا مگر خیر کوئی بات نہیں۔" وہ بالوں میں انگلیاں پھیرتا بیڈ کی دوسری طرف آکر لیٹ گیا۔ مومنہ قدرے گڑبڑا سی گئی تھی۔ ارحم نے مزید کوئی بات نہیں کی تھی۔ شاید وہ بہت تھکا ہوا تھا اسی لیے جلد ہی سو گیا۔ جبکہ مومنہ ابھی ابھی سو کر اٹھی تھی۔ اب نیند کا آنا ممکن نہیں تھا۔ اسی لیے کرن کے کمرے سے کوئی بک نکال کر لے آئی۔ کتاب کافی دلچسپ تھی۔ لہٰذا وہ بڑھتی ہی چلی گئی۔ ساڑھے بارہ بجے کے قریب اس نے کتاب بند کرکے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔ اسی پل ارحم کے موبائل کی بیپ بج اٹھی۔ اس نے سنی ان سنی کرکے کمبل سر تک تان لیا۔ تیسری بیل پر ارحم نے فون ریسیو کرلیا تھا اور پھر تیزی سے اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ مومنہ کو کافی حیرت ہوئی۔

"کس کا فون ہو سکتا ہے۔" اک فطری سا تجسس سر ابھار رہا تھا۔ ارحم نے واپس آکر موبائل ٹیبل پر رکھا اور پھر دوبارہ اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔ اس دوران اس نے کمبل پرے ہٹا کر مومنہ کے سو جانے کی تصدیق بھی کی تھی۔ وہ جان بوجھ کر سوتی بن گئی۔ ارحم ایک دفعہ پھر سو چکا تھا جبکہ مومنہ پوری رات جاگتی رہی۔ بہت کان لگا کر سننے پر بھی وہ ارحم کی بات سمجھ نہیں پائی تھی۔ ارحم بہت آہستہ آواز میں بات کر رہا تھا۔

اگلی رات بھی بالکل اچانک ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ ارحم فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ آج وہ واش روم میں جانے کی بجائے بیڈ روم میں ہی تھا اور اس کی آواز اتنی بلند ضرور تھی کہ مومنہ باآسانی سن سکتی تھی۔

"اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں نے کیس فائل اوپر تک پہنچادی ہے۔ اب میرا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ عدالت جانے یا پھر وکیل۔ میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرپاؤں گا۔" وہ ایک دم ہی بھڑک کر تلخی سے بولا تھا پھر کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے دوسری طرف موجود شخص کی بات سنی اور پھر بولا۔

"کمال کرتے ہو یار! سمجھا کرو' میں کیوں تم سے جھوٹ بولوں گا۔ ویسے بھی پچھلی مرتبہ میں نے تمہیں وارننگ دی تھی۔ صرف دوستی کا لحاظ کرکے تمہیں چھوڑا تھا۔ تمہیں ایک اور موقع دیا تھا تاکہ تم سنبھل سکو۔ مگر تم جیسے سنبھلنے والے نہیں ہوتے۔" اب کے اس کا لہجہ سخت کڑوا تھا۔ مومنہ سانس روکے سنتی رہی۔

"یہ ڈرگس کا معاملہ ہے۔ چھوٹی موٹی واردات مت سمجھو اور پھر پاؤڈر کی شکل میں موت بیچنے والوں کو سزا دلانا تو عین ثواب کا کام ہے۔"

"ہا۔ ہاہا تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ بڑی نیک روح آن سمائی ہے میرے اندر ڈیئر دانش! اب میں انیس بیس سال کا کم عمر لڑکا نہیں ہوں جسے تم بہلا پھسلا کر نشے کا عادی بنا دینا چاہتے تھے۔ یہ تو میرے بھائی کی مہربانی تھی جو وہ مجھے تمہارے چنگل سے زبردستی چھڑوا لائے تھے۔"

"یہ دھمکیاں کسی اور کو دینا۔ میں تم جیسوں سے اچھا خوب جانتا ہوں اور ہاں آئندہ یہاں فون کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ گندے گدھے۔" ارحم نے موبائل آف کرکے موٹی سی گالی دی تھی اسے۔ مومنہ نے خاموشی سے کروٹ بدل لی۔ اس کا دل ابھی تک لرز رہا تھا جبکہ سوچیں منتشر تھیں۔ رات بھر وہ اسی کے متعلق سوچتی رہی تھی۔

صبح ارحم کافی دیر سے اٹھا تھا اور اٹھتے ہی اسے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا تھا۔ مومنہ خود بھی یہی چاہتی تھی اس لیے بغیر جھگڑا کیے مان گئی۔ ماموں اور مامی جی نے ڈھیروں نصیحتوں اور دعاؤں کے سائے تلے اسے ارحم کے ہمراہ بھیجا تھا۔

اس کا گھر قدرے سنسان علاقے میں تھا۔ کافی کشادہ اور خوب صورت بنگلہ تھا۔ مومنہ کو یہاں چھوڑ کر وہ خود دفتر چلا گیا تھا۔ مومنہ حیران تھی کہ وہ اب نہایت ذمہ داری کے ساتھ آفس جاتا تھا۔ اس نے کبھی غیر ضروری چھٹی بھی نہیں کی تھی۔

گھر میں ایک عدد ملازمہ کے علاوہ اس وقت کوئی نہیں تھا۔ ملازمہ رانی کافی باتونی تھی۔ اسی کے بتانے پر مومنہ کو پتا چلا تھا کہ ارحم نے یہ گھر کافی پہلے کا خریدا ہوا ہے۔ ارحم جب بھی گھر سے غائب ہوتا تھا۔ اسی بنگلے میں قیام کرتا۔

"صاحب کے دوست یار ادھر اکٹھے ہو کر بہت ہلا گلا کرتے تھے۔ میں اور میرا ابا کافی عرصہ سے ادھر ملازم ہیں۔" مومنہ کو بھلا اس کے قصوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ وہ بے دلی سے سنتی رہی۔

شام کو ارحم کافی جلدی آگیا تھا۔ کھانا انہوں نے ساتھ ہی کھایا۔ کھانا کھا کر ارحم تو اسٹڈی روم میں چلا گیا تھا جبکہ مومنہ اپنے بیڈ روم میں آگئی۔ اس فون کال نے مومنہ سے اتنا بڑا فیصلہ کروایا تھا۔ دراصل وہ ارحم کی پرت در پرت چھپی شخصیت کے راز جاننے کے لیے بے تاب ہو رہی تھی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ

UrduPhoto.com

ارحم کہاں تک اس دلدل میں دھنسا ہے۔ ایسی ہی خفیہ کالز بہت پہلے فرمان ہاؤس میں خصوصاً" ارحم کے لیے آتی تھیں مگر اس وقت مومنہ نے کبھی دھیان نہیں دیا تھا۔

یہ دانش نامی شخص وہ ہی تھا جس کے گروپ میں کبھی ارحم شامل رہا تھا۔ اتنا تو وہ جانتی تھی کہ کسی بھی گینگ کے لوگ فون پر ہمیشہ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں تاکہ لوگوں کی نظروں میں دھول جھونک سکیں۔ ان کی تمام میٹنگز خفیہ ہوتی ہیں۔ وہ جتنا سوچتی ذہن اتنا ہی الجھتا۔ وہ ارحم کے موجودہ رویے پر نظر کرتی تو اسے پہلے کے مقابلے میں ارحم کافی بدلا بدلا سا محسوس ہوتا تھا۔

اگرچہ وہ اس کے دھوپ چھاؤں والے رویے کی ابھی عادی نہیں ہو رہی تھی کیونکہ کبھی وہ بادلوں کی طرح گرجنے لگتا تھا اور کبھی ساون کی بارشوں کی طرح برستا۔ کبھی بہت ہی اچھا خیال رکھنے والا بن جاتا اور کبھی بے حد بے حس اور کٹھور۔

رات کے ڈیڑھ بجے جب ارحم آیا تو اسے جاگتا پا کر کافی حیران ہوا تھا۔

"تم ابھی تک سوئی نہیں ہو۔ کیا میرا انتظار کر رہی تھیں۔" ارحم کی گمبھیر آواز سن کر وہ چونک اٹھی۔

"انتظار اور وہ بھی تمہارا۔" مومنہ استہزائیہ انداز میں ہنسی تھی۔ ارحم کی نگاہوں میں ناگواری در آئی تھی۔ لبوں کی مسکان غائب ہو گئی۔

"کتنی مرتبہ سمجھایا ہے کہ مجھ سے اس لہجے میں بات نہ کیا کرو۔"

"مجھے تو اسی طرح بات کرنا آتی ہے۔ جو شیریں گفتگو کرتی ہیں تم انہیں لے آؤ۔"

"ہوں یہ ٹھیک ہے۔ ویسے تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا۔" وہ مسکرایا۔

"میں تو جان چھوٹنے پر شکر ادا کروں گی۔" وہ تلخی سے بولی تھی۔

"اتنی بے زار ہو مجھ سے۔" مومنہ کے قریب سہولت سے بیٹھتے ہوئے اس کے دراز بالوں کی لٹ کھینچتے ہوئے وہ دلکشی سے بولا تھا۔ مومنہ نے ناگواری سے اس کے ہاتھ کو جھٹکا۔ ارحم نے نہایت اطمینان سے اسے اپنے بازو کے گھیرے میں لے لیا تھا۔ وہ شدید کوفت زدہ ہو گئی۔

"بتاؤ نا۔ بہت برا لگتا ہوں میں تمہیں۔ اتنی نفرت کرتی ہو مجھ سے۔ ویسے میں نے بھی تو تمہارے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا۔ پہلے زبردستی شادی کی اور اب زبردستی محبت کرواؤں گا۔" اس کی گرم سانسوں کی حدت سے مومنہ کے رخسار تپ اٹھے تھے۔ وہ جھنجلا کر اس سے دور ہٹی۔ ارحم کی قربت ہمیشہ اسے وحشت زدہ کر دیتی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو۔" مومنہ کو اٹھتا دیکھ کر اس کا نرم لہجہ کرختگی میں بدل گیا تھا۔ ارحم نے ایک جھٹکے کے ساتھ اسے اپنے پاس گرا لیا۔

"جہنم میں......" وہ چیخی۔

"مجھے بھی اپنے ساتھ لے جانا۔ تمہارے بغیر تو جنت میں بھی کیا خاک مزا آئے گا۔" ارحم اپنے مخصوص مغرورانہ لب و لہجے میں بولتا اسے انتہائی زہر لگا تھا۔

"جس کا تم جیسا شوہر ہو اسے تو جہنم بھی قبول نہیں کرے گی۔"

"مجھ جیسے سے تمہاری کیا مراد ہے۔ یعنی کہ خوب صورت، اسمارٹ، ذہین وغیرہ وغیرہ۔" وہ ایک مرتبہ پھر اس کی دسترس میں تھی اور وہ اس پر اپنے پیار کی شدتیں لٹا رہا تھا۔

"انسانیت کا قاتل، ملک کا دشمن، معاشرے کا ناسور۔" مومنہ نے غصے سے کہا۔

"زبردست۔" وہ اسے داد دیے جا رہا تھا۔ سراہ رہا تھا۔ اس کی خوب صورتی کی تعریف کر رہا تھا۔ مومنہ بے بسی کے احساس سے اس کے سینے میں منہ چھپا کر بے تحاشا رو دی تھی۔

☼ ☼ ☼

مومنہ کی آج سالگرہ تھی اور یہ دن وہ کبھی بھول

نہیں سکتا تھا۔ دفتری تمام کام اگلے دن پر ڈال کر وہ جلدی آفس سے اٹھ گیا تھا۔

ایک فلاور شاپ سے خوب صورت گلابوں کا بکے بنوا کر وہ جیولری کی شاپ پر آ گیا مگر کافی دیر ادھر ادھر گھومنے کے بعد اس کی نگاہوں میں کوئی چیز جچ نہیں رہی تھی۔ اسی اثناء میں اس کی نگاہ رمشا پر پڑی تھی۔ رمشا نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ ایک دم ٹھٹک کر رکی تھی۔ ارحم ایک منٹ بھی ضائع کیے بغیر رمشا تک پہنچ گیا تھا۔

"کہاں غائب ہو گئی تھیں تم۔ میں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔"

"دوبئی چلی گئی تھی میں...... تم سناؤ کیسے ہو؟" رمشا نے بڑے اطمینان کے ساتھ کہا تھا۔ جبکہ ارحم کے چہرے پر اضطراب کے سائے پھیل گئے۔

"دوبئی کیوں...... اور پھر وہ کہاں ہے؟"

"دانش نے بھیج دیا تھا۔" رمشا اسی بے نیازی سے

"مگر کیوں......"

"اتنے سالوں بعد دوبارہ ملے ہیں۔ آؤ کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" رمشا کے کہنے پر وہ دل میں بڑھتی بے قراری و بے چینی پر قابو پائے پر اہٹ چلا آیا تھا۔

"کیا کر رہے ہو آج کل، ویسے تم اب پہلے جیسے نہیں رہے۔ بہت بدل گئے ہو۔" رمشا نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا تھا۔

"تم نے بتایا نہیں کہ دوبئی کیوں چلی گئی تھیں۔"

"ہم جیسے دوسروں کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ ہماری اپنی مرضی کہاں ہوتی ہے۔ میں اپنی ماں کے اشارے پر چلتی ہوں اور میری ماں دانش کے۔" رمشا کی بے نیازی کا خول چٹخ گیا تھا۔ ہونٹ چباتے ہوئے اس نے اذیت سے کہا۔ "میں خود تمہاری تلاش میں تھی ارحم! میں نے تمہیں کچھ باتیں بتانا ہیں۔ بہت بوجھ ہے میرے دل پر، ضمیر پر۔" ویٹر کو مطلوبہ اشیا کا آرڈر دے کر ارحم ایک مرتبہ پھر رمشا کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جو کہ انتہائی دلگیر لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"تم سے بچھڑنا کوئی آسان تھوڑی تھا مگر میں بھی کیا کرتی۔ مجبوریوں نے قدموں کو زنجیر کر رکھا تھا مگر ایک بات، جسے تم بھی سننے کو بے تاب ہو رہے ہو۔" وہ چند پل کے لیے رکی اور آنکھ سے ٹوٹے موتی کو انگلی کی پور سے چن کر بولی۔ "میں نے تمہاری امانت میں بالکل بھی خیانت نہیں کی۔ وہ میرے پاس محفوظ ہے مگر اب میں اس کی حفاظت زیادہ دیر نہیں کر سکوں گی۔" وہ دھیمی آواز میں کہہ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

مومنہ کی آنکھ صبح کافی دیر سے کھلی تھی۔ ارحم آفس جا چکا تھا۔ فریش ہونے کے بعد جب وہ باہر آئی تو ملازمہ نے اسے کسی کی آمد کے متعلق بتایا تھا۔ مومنہ دوپٹہ درست کرتی ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔ سامنے صوفے پر ایک سوٹڈ بوٹڈ شخص بیٹھا تھا۔ مومنہ کو آتا دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس شخص کی آنکھوں میں حیرانی تھی۔

"فرمائیے کس سے ملنا ہے؟" مومنہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ملنا تو ارحم سے تھا۔ بہت ضروری کام ہے اس سے۔ مگر پہلے آپ اپنا تعارف تو کروا دیں۔" اس کے چہرے پر پھیلا وقار، آنکھوں میں ٹھہری سنجیدگی اور مضبوط لب و لہجے کی وجہ سے مقابل قدرے متاثر ہوا تھا اسی لیے لہجے میں شائستگی بھر کر بولا۔

"میں ارحم کی بیوی ہوں۔" مومنہ نے بمشکل اپنا تعارف کروایا تھا۔ اب کے وہ شخص چونک سا گیا۔

"اوہو تو ارحم شادی کر چکا ہے۔ اور مجھے بتایا ہی نہیں۔ ایسی بھی کیا پردہ داری۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔

"ارحم اس وقت دفتر میں ہوتا ہے۔ وہیں ملاقات کریں۔" مومنہ جتاتے ہوئے بولی تھی اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"سنیے ذرا، جب ارحم آئے تو اسے بتا دیجیے گا کہ پرانے یار آئے تھے۔ مجھے دانش غیور کہتے ہیں اور ہاں

UrduPhoto.com

اس سے کہے گا کہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اتنا برا سلوک نہیں کرتے اس کی جو ڈیمانڈ ہوگی وہ میں پوری کروں گا۔" مومنہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ وہ ٹیبل پر رکھی چابیاں اٹھا کر باہر نکلتا چلا گیا۔

"او...... تو یہ ہے دانش غیور۔" مومنہ کا رواں رواں سلگ اٹھا تھا۔ وہ صوفے پر سر تھام کر بیٹھ گئی تھی۔ اسی پل ملازمہ چلی آئی۔

"بیگم صاحبہ! ناشتا لگا دوں۔"

"رہنے دو۔" وہ بے زاری سے بولی۔

"بات سنو رانی!" اس نے باہر نکلتی رانی کو آواز دے کر روکا۔

"تم اس شخص کو جانتی ہو' میرا مطلب ہے کہ یہ پہلے بھی یہاں آتا ہے۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے رانی سے استفسار کیا۔ لیکن جس طرح رانی کے چہرے کا رنگ بدلا تھا اور جس طرح وہ گڑبڑا سی گئی تھی۔ مومنہ کا شک یقین میں بدل گیا۔

"میں نے کیا پوچھا ہے۔" اس نے سخت لہجے میں پوچھا تھا۔

"وہ جی' اصل میں......" مومنہ کے دھمکانے پر وہ لرزیدہ آواز میں بتانے لگی تھی۔ مومنہ پرسوچ نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر رانی کو جانے کا کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

شام کو مامی جی کا فون آگیا تھا۔ وہ اسے گھر آنے کا کہہ رہی تھیں۔ اس نے کل تک آنے کی ہامی بھر کر فون رکھ دیا۔ اسی پل ارحم کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ اس کے مقابل تھا اور غصیلے تیوروں کے ساتھ اسے گھورے جا رہا تھا جبکہ مومنہ بھی بھری بیٹھی تھی۔ اس کے استفسار پر وہ بھی پھٹ پڑی۔

"مامی جی کہتی تھیں کہ تم برے نہیں ہو بس نظر آتے ہو۔ انہیں کیا پتا کہ تم کہاں تک گندگی میں دھنسے ہو۔ اپنے پروفیشن کے ساتھ اس حد تک بے ایمانی' او میرے اللہ۔ ماموں جیسے محب الوطن کا بیٹا اس حد تک غدار۔"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تم دانش کے سامنے کیوں گئی تھیں اور یہ رانی کہاں مرگئی تھی۔" وہ مومنہ کی کسی بھی بات پر دھیان دیے بغیر اپنی بات بار بار دہرا رہا تھا۔

"اس کے سامنے نہ جاتی تو مجھے کیسے پتا چلتا کہ تم کون سے کرتوت مجھ سے چھپا رہے ہو۔ کتنے گرے ہوئے شخص ہو تم ارحم! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم دولت کی خاطر اس قدر اندھے ہو جاؤ گے۔ بتاؤ ذرا اتنی دولت جمع کر کے تم نے کیا کرنا ہے۔ اس پیسے کا کیا فائدہ جو دوزخ کا ایندھن بنے گا۔ یہ حرام تمہاری رگوں میں رچ بس گیا ہے۔"

"بس بہت ہو چکا' بند کرو اپنی بکواس۔" اس نے غضبناک ہو کر اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا تھا۔

"میرے معاملات میں تمہیں دخل اندازی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خبردار جو آئندہ کبھی تم نے کسی بھی ایسے شخص سے ملنے کی جرأت کی۔" اس نے دھاڑتے ہوئے کہا تھا۔ مومنہ روتے ہوئے تیزی سے الماری کی طرف بڑھی۔ چادر اور پرس نکال کر اس نے ارحم کی طرف نفرت سے دیکھا۔

"صرف اور صرف یہی جاننے کے لیے تو میں تمہارے ساتھ یہاں آئی تھی کہ تم کتنے نیک اور پارسا ہو۔"

"کہاں جا رہی ہو۔" ارحم نے غرا کر کہا۔

"اپنے گھر جا رہی ہوں۔" وہ بھی بلند آواز میں چلائی تھی۔ ارحم نے غصے سے اس کی طرف دیکھا اور پھر واش روم کی طرف جاتے جاتے رکا۔

"اگر تم یہاں سے نکلیں تو میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔" مومنہ نے بھیگی پلکوں کو پونچھ کر پرس اٹھایا اور اندرونی دروازہ عبور کر کے پورچ میں آگئی۔ ڈرائیور کے ہمراہ جب وہ فرمان ہاؤس پہنچی تو رات کے نو بج رہے تھے۔ مامی جی اسے یوں ٹوٹی بکھری حالت میں دیکھ کر دہل گئیں۔ مامی جی کے قریب پہنچنے تک وہ لہرا کر زمین پر گرتی چلی گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"آپ دادی بننے والی ہیں۔" ڈاکٹر ملیحہ نے نبیلہ کو قریب جھک کر خوشخبری سنائی تھی۔ وہ جو بے دم سی ہو کر صوفے پر بیٹھی ارحم کو کوسے جا رہی تھیں ایک دم ہی چونک گئیں اور پھر ان کے لب پر بڑی جاندار قسم کی مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔ ماموں جی کو پتا چلا تو وہ بھی خوشی سے کھل اٹھے۔ اسی شام کینیڈا سے فون آیا کہ فرحان کا بیٹا ہوا ہے۔ ایک ساتھ دو دو خوشخبریاں سن کر گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

سب بے حد خوش تھے بس ایک وہ ہی غمزدہ تھی۔ وہ کیسے ماموں جی کو بتاتی کہ ان کا بیٹا ملک دشمنوں کا ساتھی ہے۔ اتنی بڑی پوسٹ پر بیٹھا کتنی آسانی کے ساتھ ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ ہمارے ملک کے نوجوانوں کی رگوں میں نشے کا زہر بھر کر انہیں کیڑے مکوڑوں سے بھی بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور کرنے والوں میں شامل ہے۔ اس بوجھ کو اٹھائے وہ نڈھال بے حال تھی۔ وہ کس کے ساتھ اس غم کو شیئر کرتی۔ کیسے اپنے اوپر ٹوٹنے والی قیامت کی خبر دیتی۔

ماموں اور مامی جی تو ایسی کسی خبر کو سنتے ہی شاید مر جاتے۔ اس ٹینشن کی وجہ سے وہ ڈپریشن میں جانے لگی تھی اور پھر جو "خوشخبری" ڈاکٹر ملیحہ نے سنائی تھی۔ اسے سن کر رہی سہی کسر بھی پوری ہو گئی۔

اسے ادھر آئے ہوئے تقریباً" پچیس دن ہو گئے تھے مگر ارحم نے یہاں جھانکا تک نہیں تھا۔ مامی جی ممتا سے مجبور اسے فون کر لیتی تھیں۔

مومنہ اب ارحم کے ساتھ مزید کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ اس نے ارحم سے خلع لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس سلسلے میں مومنہ نے سامعہ بھابھی کو راز دار بنا لیا۔ دوسرے دن جب مامی جی آرام کرنے کی غرض سے بیڈ روم میں گئیں تو وہ موقع پا کر سامعہ بھابھی کے کمرے میں آگئی۔ اس کی تمام بات سن کر سامعہ حیران پریشان ہی تو رہ گئی تھیں۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔ کیا فضول بکواس کر رہی ہو!"

"یہ بکواس نہیں ہے۔ میں فیصلہ کر چکی ہوں۔ آپ میرا ساتھی دیں گی یا نہیں۔" وہ اٹل لہجے میں بولی تھی۔ سامعہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اپنے بچے کا قتل کرنا چاہتی ہو۔ تمہیں شرم نہیں آئی ایسی بات سوچتے ہوئے۔"

"اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ مجھے جلد از جلد ارحم سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے اور اس مصیبت کی وجہ سے میرے کیس میں رکاوٹ پڑ سکتی ہے۔"

"تم پاگل ہو چکی ہو۔"

"ہاں پاگل ہی سمجھ لیں۔ میں اس راشی کا بچہ پیدا کروں۔ کبھی نہیں۔" اس کے لہجے میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔ سامعہ اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئی تھیں۔ مگر وہ گویا کان بند کر چکی تھی۔ پھر بہت سارے دن اسی خاموشی سے گزر گئے۔ مومنہ نے ایک ڈاکٹر سے بات کر لی تھی۔ آج اس نے چیک اپ کروانے کے لیے جانا تھا۔ اسی شام ہی ارحم چلا آیا۔

"کیسی ہو ڈارلنگ۔" وہ مامی جی کے قریب بیٹھتے ہوئے اسے چڑاتے ہوئے بولا تھا۔ مومنہ بہری بنی رہی اور ٹی وی پر نگاہیں جمائے بیٹھی رہی۔

"امی! میں پاپا بننے والا ہوں۔" اب وہ اپنی ماں سے مخاطب تھا۔ نبیلہ نے اس کی پیشانی کو چوما۔

"جب خود باپ بنو گے پھر ماں باپ کی تکلیف کا احساس ہوگا تمہیں۔" فرمان نے قریب سے گزرتے ہوئے چوٹ کی تھی وہ آنکھیں موندے مسکراتا رہا۔

"اب سدھر جاؤ بیٹے تم۔" نبیلہ اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھیں۔

"میں تو سدھرنے کے لیے تیار ہوں اگر کوئی سدھارنا چاہے تو۔" ارحم نے آنکھیں کھول کر مومنہ کی طرف دیکھا تھا جو بے نیازی سی ریموٹ کے بٹنوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

"تم نے کب تک یہاں ڈیرہ لگائے رکھنا ہے۔" اسے باہر نکلتا دیکھ کر ارحم نے ہانک لگائی تھی۔ نبیلہ جھٹ سے بولیں۔

"اسے اب یہیں رہنے دو۔ طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کی۔ وہاں کون خیال رکھے گا۔" نبیلہ کے کہنے

UrduPhoto.com

پر اس نے خاموشی سے سر ہلایا تھا۔ کھانا کھا کر جب وہ اوپر آیا تو مومنہ کمبل تانے سو رہی تھی یا پھر سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔ ارحم نے گنگناتے ہوئے اس کے اوپر سے کمبل کھینچا۔

"کیا تکلیف ہے۔" وہ تڑخ کر بولی تھی۔

"یہ بتاؤ کہ اتنی بڑی خوشخبری تم نے مجھ سے کیوں چھپائی۔ اگر سامعہ بھابھی نہ بتاتیں تو میں تو بے خبری میں ہی مارا جاتا۔ تم نے ایسا سوچا بھی کیوں مومنہ۔" وہ سامنے رکھے صوفے پر بیٹھتا سنجیدگی سے بولا تھا۔

مومنہ نے اپنی آنکھوں سے بازو ہٹا کر دیکھا۔

"بدگمانیوں کی اتنی بڑی فصیلیں کھینچ رکھی ہیں تم نے۔ کبھی مجھے سمجھنے کی تم نے کوشش ہی نہیں کی۔ اپنی صفائی پیش کرنا مجھے کبھی پسند نہیں رہا۔ اب بھی اگر اسی اصول پر کاربند رہا تو تم تو پوری ناؤ ڈبو دو گی میری۔

چلو تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں۔" وہ گہرے لہجے میں بولتا کھو سا گیا تھا۔

"جب پھوپھو کی ڈیتھ ہوئی تب میں بارہ سال کا تھا۔ اور بارہ سال کا بچہ اچھا خاصا سمجھ دار ہوتا ہے۔ ان کی وفات کے بعد تم ہمیشہ کے لیے ہمارے گھر آ گئی تھیں۔ ہمہ وقت روتی بسورتی گڑیا سی مومی مجھے کتنی اچھی لگتی تھی۔ مگر وہ گڑیا مجھے لفٹ نہیں کراتی تھی۔ مجھ سے دور دور بھاگتی۔ رحیم بھائی کو دیکھ کر جب مومی ان کی طرف لپکتی تھی تو مجھے بہت غصہ آتا۔ رحیم بھائی کرن کو اور اسے بائیک پر بٹھا کر باہر لے جاتے۔ واپسی پر ان کے ہاتھوں میں چاکلیٹس اور آئس کریم کے کپ ہوتے تھے۔ شاید کرن اور وہ دونوں ہی محلے کے دوسرے بچوں کی طرح مجھ سے ڈرتی تھیں۔ میری دہشت سے تو بچے بھی پارک میں کم کم آتے تھے۔ اسکول میں بھی ہر کوئی مجھ سے دور دور بھاگتا۔ میرے اندر شاید غصہ بہت تھا۔ خلافِ مزاج بات مجھ سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔ کچھ امی اور بابا کے رویوں نے مجھے اذیت پسند بنا دیا تھا۔

پہلا بچہ اور آخری بچہ ماں باپ کا منظورِ نظر ہوتا ہے اور جو درمیان میں ہوتا ہے وہ ہمیشہ ہی نظر انداز کیا جاتا ہے۔ میں فطرتاً مختلف تھا اور شاید حساس بھی۔ رحیم بھائی کی موجودگی میں میری شخصیت دب گئی تھی۔ میں نے دوسروں کی نظروں میں آنے کے لیے عجیب و غریب حرکتیں کرنا شروع کر دیں۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کہ میری شخصیت مزید مسخ ہوتی جا رہی ہے۔ کالج میں پہنچ کر مجھے اپنے جیسے ہی دوست بھی مل گئے۔ ان کی کمپنی میں میری انا کی تسکین کے لیے بہت سی چیزیں تھیں۔ وہ مجھے سراہتے تھے۔ میری کسی بھی بات پر انہیں غصہ نہیں آتا تھا۔ میں انہیں گالیاں بھی دیتا تو وہ ہنستے رہتے۔ وہ دراصل بے حس تھے اور مجھے بھی بے حس بنا دینا چاہتے تھے۔

وہیں پر میری ملاقات دانش سے ہوئی تھی۔ وہ بڑی عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا۔ میری طرح وہ بھی کالج میں پڑھنے نہیں انجوائے کرنے آتا تھا۔ یہ تو مجھے بہت بعد میں پتا چلا تھا کہ دانش نشہ بیچتا ہے۔ کم عمر لڑکوں کو اس غلاظت کا عادی بناتا ہے۔ میری اور اس کی دوستی دونوں میں پروان چڑھی تھی۔

اس کے ساتھ مل کر چھوٹی موٹی وارداتیں کرتا، گاڑیاں لوٹنا یا پھر کسی نہ کسی لڑکی سے چھیڑ چھاڑ کرنا۔ میرے لیے یہ سب تھرل تھا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ یہ ایڈونچرز میرے لیے کتنے خطرناک ثابت ہوں گے۔ دانش کی بہت سی لڑکیوں کے ساتھ دوستی تھی یہ دوستی تمام اخلاقی حدود پار کر چکی تھی۔ اس نے میری بھی چند ایک لڑکیوں سے دوستی کروا دی۔ ان میں ایک ... تھی۔ شروع شروع میں وہ مجھے اچھی بھی لگتی تھی۔ ہماری دوستی بہت گہری ہو چکی تھی۔ جس میں بڑا ہاتھ دانش کا تھا۔

پھر ایک دن پولیس کا چھاپہ پڑا تھا۔ میں اور سہیل (دانش کا وفادار ملازم) پکڑے گئے جبکہ دانش بھاگ گیا تھا۔ ایک رات حوالات میں رہ کر میں واپس آ گیا تھا۔ اس رات میں نے دل میں عہد کیا تھا اور یہ عہد گھر جانے تک قائم رہا۔ بابا نے جب مجھے دھتکارا، مارا پیٹا اور گھر سے نکالا تو میں ایک دفعہ پھر دانش کے چنگل میں

...وش قسمتی تھی کہ رحیم بھائی مجھے لے آئے ...ش کا ساتھ بہت مضبوط تھا۔ اسی لیے تو..."

...تے کہتے رک گیا تھا۔ کیسے اپنی عزیز از جان بیوی ...تاریک ماضی کے انتہائی تکلیف دہ پہلو کے ...تا۔ مومنہ کو بے چینی نے گھیر لیا تھا۔

...ارحم اس سے کچھ چھپانا چاہتا ہے۔

...کہ مجھے بہت دیر بعد دانش کے ارادوں کا پتا ...مجھے تھوڑی تھوڑی مقدار میں ڈرگس دے ...تک مجھے عادی کر دینا چاہتا تھا کہ میں ایک ...اس کے لیے جان تک دے دوں۔

اس دوران مجھے احساس ہوا کہ میں تم سے محبت ...تا ہوں۔ میں نے خود کو بہت جھٹلایا، سمجھایا مگر ...ان کچھ بھی سمجھنے کو تیار نہ تھا۔

... کٹیلے رویے، طنزیہ باتیں اور تمہاری ڈھکی ...مجھے بہت تکلیف دیتی تھی۔ میں بابا کو کچھ ...چاہتا تھا۔ مگر میرا ماضی ہر پل سامنے آ کھڑا ...میں مزید ضدی اور سرکش ہوتا چلا گیا۔ ...میں نے سی ایس ایس کا امتحان اعزازی ...پاس کیا تھا وہ دن بھی خوشیوں کا پیغامبر بن کر ...۔ بابا کو طنز کرنے کا ایک اور موضوع مل گیا ...بھی جی چاہتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ...دور نکل جاؤں۔ مگر میرا دشمن مجھے کوئی بھی ...اٹھانے سے روکتا تھا۔ دانش کے ہاتھ مزید ...تھے۔ اس نے اپنی جڑیں دور دور تک پھیلا ...اور مجھے ان جڑوں کو آہستہ آہستہ کاٹنا تھا۔ اللہ ...سرخرو کرنا تھا اسی لیے کل دانش کا قصہ تمام ...کے بعد آج خود کو کسی قابل سمجھ رہا ہوں۔

...جب ماضی کے بارے میں سوچتا ہوں تو اپنے ...پن پر مجھے شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ بابا مجھ ...سپوت سے تمہاری شادی نہیں کرنا چاہتے ...اور میں انہیں اس حد تک زچ کر دینا چاہتا تھا کہ وہ ...تمہیں میرا بنا دیتے۔ اگرچہ میری محبت تو ...کامیاب ہو گئی تھی مگر ان تمام گھٹیا حرکتوں کو سوچ کر مجھے بے حد پشیمانی ہوتی ہے۔

میری تمہارے ساتھ شادی کروانے میں زیادہ ہاتھ میری پیاری بہن کرن کا ہے۔ جب میں ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ہسپتال میں ہڈیاں تڑوائے پڑا تھا۔ میری بہن نے فوراً" مجھے مطلع کیا کہ تم کسی اور کی ہونے جا رہی ہو۔ اگر میں کچھ کر سکتا ہوں تو کر لوں۔ اس وقت مجھے کرن پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔ میں جو سب کے ساتھ ساتھ کرن سے بھی متنفر تھا کہ وہ مجھ سے زیادہ رحیم بھائی سے پیار کرتی ہے میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ رحیم بھائی امی، بابا سب مجھے چاہتے تھے بس ان کی محبتوں کے انداز مختلف تھے۔ بابا مجھ سے محبت کرتے تھے اسی لیے وہ مجھے بگڑنے سے بچانا چاہتے تھے مگر میں کم فہم سمجھ ہی نہ سکا۔" مومنہ حیران سی اس کی تمام باتوں کو سن رہی تھی۔

"خیر چھوڑو اس بات کو۔۔۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ میرے بچے کو کیوں مارنا چاہتی ہو۔ اگر آج سامعہ بھابھی فون کر کے مجھے تمہارے جذباتی فیصلے کے متعلق نہ بتاتیں تو میرے اور تمہارے درمیان شاید فاصلے بڑھ جاتے۔" وہ خاموش ہوا تو مومنہ بے چین ہو کر بول اٹھی۔

"اگر تم پہلے دن ہی تمام حقیقت سے آگاہ کر دیتے تو ماموں، مامی اور ہم سب یوں پریشان تو نہ ہوتے۔"

"مجھ جیسے رشوت خور، جھوٹے شخص کی بات پر یقین کیسے آتا۔" مومنہ شرمندہ سی سر جھکا گئی تھی۔ ارحم نے اٹھ کر کھڑکیوں کے پردے ہٹا دیے تھے۔ پورے چاند کی رات تھی۔ ستارے خوب دمک رہے تھے۔ ٹھنڈی پر نم ہوا اس کے چہرے سے ٹکرائی۔

"میرا ماضی میرے لیے باعث شرمندگی ہے۔ میں نے نا صرف امی بابا بلکہ تمہیں بھی بہت تنگ کیا ہے۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دو۔" وہ دھیمے پُر اثر لہجے میں کہہ رہا تھا۔ مومنہ نے آہستگی سے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا لی۔ دھند کے ابھی چھٹے نہیں تھے۔ منظر صاف دکھائی نہیں دے رہے تھے مگر پھر بھی مومنہ کو بہت پُرسکون نیند آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

UrduPhoto.com

کرن اپنے چھ ماہ کے گول مٹول گول گوتھنے بیٹے عمار کے ساتھ پاکستان آئی تو گھر میں خوشیوں کی بارات اتر آئی تھی۔

"تمہیں اور بھائی کو ایک ساتھ کھڑا دیکھ کر میں کس قدر مسرور ہوں۔" ایئرپورٹ پر اس سے لپٹتے ہوئے کرن نے بڑے جوش سے کہا تھا۔ مومنہ بھی مسکرادی۔

کرن کے آنے سے رونقیں دوبالا ہوگئی تھیں۔ گھر میں ہر وقت ہنگامہ سا رہتا تھا۔ یہی کرن اتنی کم گو ہوا کرتی تھی اور اب وہ باتوں میں کسی کو باری نہیں لینے دیتی تھی۔ مامی جی تو اسے دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی تھیں۔

"اے کرن! کنیڈا جاکر تو تیری زبان اتنی گز بھر کی ہو گئی ہے۔ نئی تو نہیں لگوالائی ہو۔" وہ مشکوک نظروں سے اسے گھورتیں تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑتی تھی۔

"سنو مومی! میرے بھتیجے کو بالکل میرا جیسا ہونا چاہیے۔ یہ تصویر میں اسی لیے تمہارے کمرے میں لگا رہی ہوں۔ تاکہ تم صبح و شام اس کا دیدار کرو۔" کرن نے اپنی فل سائز تصویر اس کے کمرے میں لگاتے ہوئے بلند آواز میں کہا تھا۔ مومنہ ڈسٹنگ کرتے ہوئے مسکرادی۔

"اللہ نہ کرے وہ تمہارے جیسا ہو۔ اتنا موٹا اور کالا سا۔" اندر آتے ارحم نے کرن کو چڑاتے ہوئے کہا تھا۔ وہ ایک دم ہی بھڑک اٹھی۔

"میں ایسی ہوں۔"

"نہیں بالکل بھی نہیں۔ میری بہن تو اتنی خوب صورت ہے۔ کچھ کچھ لمبے لمبے دانتوں والی الجھے الجھے بالوں والی مخلوق سے ملتی جلتی۔"

"بھائی ....." کرن رو دینے والی ہوگئی تو ارحم نے اسے اپنے ساتھ لگالیا۔ مومنہ ان کی باتوں کو انجوائے کر رہی تھی۔ تبھی مامی جی روتے چلاتے عمار کو اٹھائے چلی آئیں۔

"سنبھالو اپنے آفتی طوطے کو..... ایسے حلق پھاڑ کر روتا ہے کہ اللہ کی پناہ۔" اتھل پتھل سانسوں کو ہموار کرتی وہ عمار کو کرن کی گود میں دے کر صوفے پر ... گئیں۔

"آپ کا پوتا تو جیسے روتا ہی نہیں۔" کرن ... مصنوعی غصے سے کہا۔

"ہاں تو اور کیا میرا نومی تو بڑا بیبا بچہ ہے۔" ... نے فوراً نومی کی حمایت کی تھی۔

ارحم ایک دفعہ پھر بن ٹھن کر ڈریسنگ روم ... تو نبیلہ بے حد حیران ہوئیں۔

"تم کہاں جا رہے ہو....."

"ایک ضروری کام یاد آگیا ہے ابھی آتا ہوں۔" ... تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا تھا۔ اس کے پیچھے ... مامی جی بھی نکل گئی تھیں۔ مومنہ تھوڑی د... کرنے کی غرض سے لیٹی ہی تھی کہ فون کی بیل ... اٹھی۔ اس نے کچھ کوفت کے عالم میں ریسیور اٹھا...

"ارحم سے بات کرواؤ۔" دوسری طرف ... خاتون تھیں۔

"وہ تو اس وقت گھر نہیں ہیں۔ آپ ... فون کر لیجیے گا۔" مومنہ نے نرمی سے کہا تھا۔

"کہاں ہے وہ..... جب بھی فون کرتی ہوں ... نہیں ملتا یہ کہو کہ تم میری اس سے بات نہیں ... چاہتیں۔" وہ جو کوئی بھی تھی انتہائی کرختگی سے بولی ... مومنہ کا غصے سے چہرہ سرخ ہوگیا تھا تاہم اس ... لہجے کی نرمی کو برقرار رکھا۔

"آپ ان سے موبائل پر رابطہ کرلیں۔" ... کر مومنہ نے فون بند کر دیا تھا۔

"نہ جانے کون فضول عورت تھی۔" اس نے ... سے سوچا اور پھر آنکھیں موند لیں۔

اس کی آنکھ عجیب سے نامانوس شور کی آواز ... کھلی تھی۔ وہ سرعت سے سیڑھیاں اتر کر نیچے ... لاؤنج میں اک اجنبی مگر اسٹائلش سی لڑکی اور اس ... ساتھ کھڑی چار پانچ سالہ بچی کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ لڑکی ماموں سے نہ جانے کیا کہہ رہی تھی۔ وہ انگارہ آنکھیں لیے اس کی بات سن رہے تھے جبکہ ... جی بے دم سی صوفے پر بیٹھی تھیں۔ کرن نے اس ...

... کہا تھا جبکہ وہ بچی۔

... دو قدم آگے بڑھ کر اس بچی کو بغور دیکھا ... کو اس کے دل کی دھڑکن تھمی تھم سی گئی

... ارحم کی بیوی مومنہ ہے۔" اپنی بات مکمل کر ... کے قریب چلی آئی تھیں۔ مومنہ نے سوالیہ ... مامی جی کی طرف دیکھا تو انہوں نے نہ ... نگاہیں چرالی تھیں۔

... ثمر جانو، اب میں چلتی ہوں تم اچھی بچی بن ... اور دادو، دادا کے ساتھ رہنا ٹھیک ہے ناں۔"

... نے سر ہلایا تھا۔ وہ نزاکت سے اس ... بوسہ دے کر ہوا کے جھونکے کی طرح نکلتی

...م! فون کرو اس بے غیرت کو، کہاں ہے وہ۔ ... مار رہا ہے ہمیں۔" وہ سینہ مسلتے ہوئے ... میں بولے تھے۔ مومنہ نے پھٹی پھٹی ... ایک مرتبہ پھر بچی کی طرف دیکھا ... ہونٹ، رنگت ایک ایک نقش بول ... تھا کہ وہ کون ہے۔ مومنہ کی ٹانگیں بوجھ ... قاصر ہوگئی تھیں۔ وہ بے دم سی سیڑھی ... چلی گئی۔

... ایک گھنٹے بعد ارحم کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا ... آندھی، طوفان کی طرح اندر آیا۔ اس کی ... نے کونے میں کھڑی ثمر کو ڈھونڈ نکالا تھا۔ وہ ... اس کی طرف بڑھا۔

"... رمشا اسے چھوڑنے آئی تھی؟" ارحم اسے ... پیار کر رہا تھا۔ مومنہ نے ایک اور تکلیف ... کھا۔ مومنہ کا چہرہ لحہ بہ لحہ بھیگ رہا تھا۔

"... نے کہاں کہاں نہیں تمہیں ڈھونڈا۔" ثمر کا ... تے ہوئے اسے اچانک ان سب کا خیال آیا ... نے کچھ پشیمان ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔ آخری ... سر جھکائے بیٹھی مومنہ کو دیکھ کر اس کے دل ... ہوا تھا۔

"... ارحم! تمہارے کس کس گناہ کی پردہ پوشی کریں۔ کیوں لحہ لحہ ہمیں ذلیل کر رہے ہو۔" مومنہ نے ماموں جی کی بھیگی لرزیدہ آواز سنی۔ اس کا دل اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب رہا تھا۔

"میں کہہ رہی ہوں ارحم کہ اسے یہاں سے لے جاؤ ورنہ....." مامی جی نے چیخ کر کہا تھا۔

"یہ میری بیٹی ہے اور یہ ادھر ہی رہے گی۔" مومنہ نے ارحم کو کہتے سنا۔ اس کے دل میں گویا تیر پیوست ہو گیا تھا۔

"ناجائز بیٹی۔" نبیلہ حقارت سے بولی تھیں۔

"نہیں امی! اللہ کے لیے میری بیٹی کو یہ گالی مت دیں۔ میں نے رمشا سے نکاح کیا تھا۔" اس نے تڑپ کر کہا۔ ان سب کے سروں پر گویا آسمان آن گرا تھا۔

"میں کہتی ہوں ارحم کہ اسے لے کر یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ میں تمہاری صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔ نہ جانے کہاں تربیت میں کمی رہ گئی تھی کہ آج ہمارے بوڑھے سروں میں خاک ڈال دی ہے تم نے۔" نبیلہ بے تحاشا روتے ہوئے اسے کوس رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے۔ اگر آپ میری بیٹی کو قبول نہیں کرتے تو پھر میرا یہاں سے چلے جانا ہی بہتر ہے۔" وہ مضبوط لہجے میں بولتا ہوا مومنہ کے قریب چلا آیا تھا۔

"آؤ مومنہ! چلیں اپنے گھر....." وہ بڑی آس بھری نگاہوں میں اسے دیکھ رہا تھا۔ مومنہ نے گھٹنوں پر سے سر اٹھایا۔

"یہ کہیں بھی نہیں جائے گی۔ سنا تم نے۔" ماموں نے دھاڑ کر کہا۔

"اٹھو مومی۔" ارحم گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ کر التجائیہ لب و لہجے میں بول رہا تھا۔ وہ فرعونیت و تکبر بھرا انداز مفقود تھا۔

"تمہیں دھکے دے کر نکالوں یہاں سے۔" فرحان چلائے۔

"تو پھر تم نہیں چلو گی میرے ساتھ۔"

"کبھی نہیں۔" اس کے لبوں نے بے آواز جنبش کی تھی۔ وہ اٹھا اور تھکے تھکے قدموں سے چلتا ہوا باہر نکل گیا۔

✲ ✲ ✲

"تم رمشا سے شادی کرلو۔" دانش تیسرا پیگ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے رازداری سے بولا تھا۔

"ہوں' ہوں رمشا سے۔" وہ سرخ آنکھوں کو دباتے ہوئے لڑکھڑاتی آواز میں کہہ کر صوفے پر ہی دراز ہوگیا تھا۔

"ہاں رمشا سے۔ وہ تمہیں بہت چاہتی ہے۔ اور پھر اس وقت تمہیں ایک گھر کی ضرورت ہے۔ والدین تمہارے تو ہیں ہی بے حس۔ انہیں تمہاری خواہشات سے کیا غرض۔ مجھے ہی تمہارا خیال رکھنا پڑے گا اور اس سے بہتر ہے کہ تم شادی کرلو۔ ٹھیک ہے نا۔" دانش ہونٹوں پر شیطانی مسکان سجا کر بولا۔

"ہاں ٹھیک ہے...... رمشا...... بہت اچھی ہے۔" وہ بمشکل بول رہا تھا۔

"تو پھر صبح یہ نیک فریضہ سرانجام دیں گے۔" دانش چہک اٹھا تھا پھر جب ارحم کی آنکھیں نیند سے بند ہوگئیں تو دانش نے مسکراتے ہوئے رمشا کا نمبر ملایا۔

"وہ تم سے شادی کے لیے تیار ہے۔"

"کیا...... تم سچ کہہ رہے ہو۔" رمشا بے یقینی سے چلائی۔

"ہاں' بالکل سچ...... کل تم آجانا میرے فلیٹ پر۔" دانش نے تمام پروگرام بالا ہی بالا طے کرلیے تھے۔ دراصل وہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتا تھا۔

"تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا۔"

"ہاں یاد ہے۔" رمشا مسرور' بے حد مسرور تھی۔

دوسری صبح وہ خوب تیار ہو کر دانش کی طرف آگئی تھی۔ دانش کے تین چار دوست اور بھی موجود تھے۔ وہ سب چہک رہے تھے بول رہے تھے مگر ارحم کچھ گم سم سا خاموش خاموش ان کے درمیان بیٹھا تھا۔

"دانش یہ سب کیا ہے؟" وہ بے قرار سا دانش کے کمرے میں آکر آہستگی سے بولا تھا۔

"کیا ہے؟" دانش الٹا ادھر ادھر دیکھ کر خود کو لاپروا ظاہر کرنے کی ناکام ایکٹنگ کرنے لگا۔

"میں اور رمشا سے شادی۔" وہ الجھ رہا تھا اور دا... جیسے چالباز بندے کو دوسروں کی الجھنیں دور کرنے... کمال حاصل تھا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ ارحم کی ب... واشنگ کرنے کے بعد اسے نکاح کے لیے رضامند... چکا تھا۔ یوں اس نے بیس سال کی عمر میں رمشا ... طوائف سے شادی کرلی۔ شادی کے بعد وہ دونوں ... اور فلیٹ میں شفٹ ہوگئے تھے۔ شادی کے تیس... مہینے دانش نے رمشا کو دوبئی بھجوا دیا۔ ارحم کو پتا چلا تو... بھناتا ہوا دانش کے فلیٹ میں آیا۔ خوب گرجنے ب... کے بعد وہ ایک مرتبہ پھر دانش کی چکنی چپڑی باتوں ... گیا تھا۔

"یار! میرا دھندا تو ایسا ہی ہے۔ اور پھر اپنے ا... ساتھ دیتے ہیں ایسی کاموں میں۔ رمشا کو بھیجنا میر... مجبوری تھا اور اس کی خواہش پوری کرنا بھی۔"

دراصل دانش نے رمشا سے ڈیل کررکھی تھی ا... اسی ڈیل کے تحت وہ دوبئی سفید پاؤڈر کے پیکٹ یعنی... ہیروئن پہنچانے کے لیے گئی تھی۔ رمشا دانش ک... حسین دوست پرفدا ہوچکی تھی اور ارحم کے ساتھ... بدلے میں وہ دانش کی ہر جائز ناجائز بات بخوشی مانتی... رمشا کے آنے کے صرف ڈیڑھ مہینے بعد دانش ارحم کو مجبور کرنا شروع کردیا تھا کہ وہ رمشا کو طلاق دے۔ پھر وہ رمشا پر کیچڑ اچھالتا رہا۔ اس کے ماضی ... تمام اوراق کھول کر دانش نے ارحم کو اس سے متنفر ... دیا تھا۔

ارحم نے جب دانش کے مجبور کرنے پر رمشا ... طلاق دی تو وہ حاملہ تھی۔ رمشا نے اسے کچھ نہیں ... تھا کہ دانش نے اسے جان سے مارنے کی دھمکی د... تھی اور یہ کہا تھا کہ ارحم کو بچے کے متعلق بتانے ک... ضرورت نہیں۔ پھر وہ اچانک منظر سے غائب ہوگ... تھی صرف اور صرف اپنا بچہ بچانے کے لیے۔ چھ سا... بعد وہ ارحم کی "امانت" اسے لوٹانے کے لیے د... سے یہاں آئی تھی۔ وہ بھی اب شادی کرچکی تھی ا... اس کا شوہر ثمر کو رکھنے پر تیار نہیں تھا اور ادھر خانم (ا...

...بھیجنے کے لیے تیار بیٹھی تھی۔ ہیرامنڈی میں نہ ... اس کی پھول سی بچی کی خانم کیا قیمت لگاتی۔ ثمر کو اس کے باپ کے حوالے کرکے وہ مطمئن ہوچکی تھی۔

✲ ✲ ✲

اپنی بیٹی کے ہمراہ جب وہ "فرمان ہاؤس" سے نکلا تو ...ل بے اختیار رو دیا تھا۔ وہ آج زندگی کی سب سے بڑی ...ازی ہار گیا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر بے مقصد سڑکوں پر ...اڑی دوڑاتا رہا۔ ثمر پچھلی سیٹ پر سو چکی تھی۔ تھک ...ر اس نے اسٹیرنگ پر سر ٹیک دیا۔ ابھی ایک ہفتہ پہلے ...رمشا نے اسے فون کیا تھا۔

"ارحم! اگر اپنی بیٹی کو بچانا چاہتے ہو تو بچالو۔ ورنہ ...یری ماں کا تمہیں پتا ہی ہے۔ وہ ثمر کو ہر صورت ڈھونڈ ...لے گی۔ ابھی تک تو میں نے اسے اپنی ماں سے چھپا ...کر رکھا ہوا ہے مگر کب تک؟ اگر چاہتے ہو کہ تمہاری ...بی محفوظ رہے تو اسے اپنے پاس رکھ لو۔"

"پاپا!" ثمر کسمسا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ اس نے ...کنپٹیاں دباتے ہوئے مڑ کر دیکھا اور پھر گاڑی اسٹارٹ ...کردی۔ گھر آکر اس نے ثمر کو رانی کے حوالے کیا اور ...خود اسٹڈی روم کی طرف بڑھ گیا۔

...صبح تک اس کی حالت بے حد خراب ہوچکی تھی۔ ...جب وہ اٹھا تو سر بے حد بوجھل تھا۔ رانی اس سے ...ناشتے کا پوچھنے آئی تو اس نے رانی کو جھڑک دیا۔ کچھ دیر ...بعد ثمر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آگئی تھی۔ ارحم کے ...چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"پاپا! ماما نہیں آئیں۔" وہ ادھر ادھر دیکھتی ...معصومیت سے بولی تھی۔

"ماما رات کو رو کیوں رہی تھیں...... اور ہمارے ...ساتھ بھی نہیں آئیں۔" ثمر نے اپنا منا سا ہاتھ اس ...کے گال پر رکھ کر افسردگی سے کہا تھا۔ ارحم کچھ حیران ...ہوا۔

"پاپا! ماما کیا خفا ہیں۔ رمشا آنٹی بول رہی تھیں کہ ثمر کی ماما خفا ہیں اس سے' پاپا میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا مگر پھر بھی ماما خفا ہیں۔" ثمر کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔

"ماما نے مجھے پیار بھی نہیں کیا۔" وہ آزردگی سے بولی۔

اسی پل ارحم کا پرسنل سیل بجنے لگا تھا۔ فون سن کر وہ فوراً "ڈریسنگ روم" کی طرف بڑھ گیا۔ یونیفارم پہن کر جب وہ باہر آیا تو ثمر مومنہ اور اس کی شادی والے روز کھنچی گئی تصویر کو دیکھ رہی تھی۔

"پاپا! ماما کتنی پیاری لگ رہی ہیں۔"

"ہوں...... ثمر جانو! ایسا ہے کہ میں ایک ضروری کام سے جارہا ہوں۔ آپ رانی کے پاس رہنا میں رات کو دیر سے آؤں گا۔" ارحم جلدی جلدی بول رہا تھا۔ ثمر نے سمجھداری سے سرہلا دیا۔ اس کے جانے کے بعد ثمر رانی کے پاس آگئی تھی۔ رانی نے کارٹون لگا دیے تھے۔ ثمر کچھ دیر تو دیکھتی رہی پھر بے زار ہو کر اٹھ بیٹھی۔

"سنو رانی! تمہیں ماما کے گھر کا پتا ہے۔" ریموٹ کو ہاتھ میں لہراتے ہوئے اس نے ٹی وی میں گم رانی کو مخاطب کیا۔

"ہیں جی بھلا مجھے کیا پتا۔" رانی ٹی وی پر نگاہیں جمائے جمائے بولی۔

"فون نمبر کا تو پتا ہوگا تمہیں۔ میری بات کروادو نا۔" ثمر نے کچھ جھنجلا کر کہا۔

"بھلا مجھے کیا پتا آپ کی ماں کا۔" رانی منہ ہی منہ میں بدبدائی۔

"بتاؤ نا کیا نمبر ہے۔ مجھے ماما سے بات کرنا ہے۔" ثمر ضدی لہجے میں بولی تھی۔ رانی نے جز بز ہو کر دراز میں سے ڈائری نکالی اور ثمر کو تھما دی۔

"ایک تو ان بڑے لوگوں کے بچے بھی آفت ہوتے ہیں۔"

ثمر بڑے انہماک سے نمبر دیکھ رہی تھی۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو ڈائری پھینک کر کھڑی ہوگئی۔

"مجھے چپس بنا دو۔" ثمر نے ٹھنک کر کہا۔ اسی پل ڈرائیور اکرم (رانی کا شوہر) آگیا تھا۔ ثمر نے ایک دفعہ پھر ماما کے پاس جانا ہے کی رٹ لگا دی تھی۔ اسی پل کرن کا فون آگیا تھا۔ ثمر بے قراری سے فون کی طرف لپکی۔

"آنٹی! ماما سے بات کرنی ہے۔"

"بیٹے! ماما واش روم میں ہیں۔ میں ابھی آتی ہوں آپ کے پاس۔" کرن نے نرمی سے دو چار مزید باتیں کر کے فون بند کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک رانی نے اسے چپس کھلا کر سلا دیا۔ شام تک کرن آگئی تھی۔ ثمر اسے اکیلا دیکھ کر اداس ہو گئی۔

"ماما تو آئی نہیں۔"

"بھائی کہاں ہیں۔" کرن نے ثمر کو گود میں بٹھا کر رانی سے استفسار کیا۔

"وہ جی دفتر سے ابھی نہیں آئے۔"

"ٹھیک ہے پھر میں چلتی ہوں۔ بھائی آئیں تو انہیں بتا دینا۔" وہ کچھ دیر مزید بیٹھنے کے بعد چلی گئی تھی۔ گھر آئی تو لاؤنج میں ہی مومنہ سے سامنا ہو گیا۔

"مامی جی تمہارا پوچھ رہی تھیں......"

"بتایا تو تھا میں نے انہیں۔" کرن روکھے لہجے میں کہہ کر ماں کے کمرے میں گھس گئی۔ مومنہ بھی پاؤں پٹخ کر کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔ تبھی فون کی گھنٹی گونج اٹھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف ثمر کی آواز سن کر اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"مومنہ ماما سے بات کرنی ہے۔" مومنہ نے شدید غصے کی لہر کو دباتے ہوئے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔ بیل ایک مرتبہ پھر ہونے لگی تھی۔ اس نے جھنجلا کر ریسیور اٹھایا۔

"کیا بات ہے؟" وہ چیخ کر بولی تھی۔

"ماما! آپ میرے پاس آجائیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"باپ کہاں ہے تمہارا..... اور ہاں مجھے ماما شاما کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نہیں ہوں تمہاری ماں سمجھیں تم۔" وہ تو آگ بگولا ہو گئی تھی۔

"لیکن رمشا آنٹی تو کہتی ہیں۔ مومنہ ماما ہی میری ماما ہیں۔" وہ اس کے تلخ لہجے سے خائف ہو گئی تھی۔ مومنہ فون پٹخ کر اوپر چلی گئی تھی جبکہ دوسری طرف ثمر نے دھواں دھار رونا شروع کر دیا۔

مومنہ کی کنپٹیاں سلگ رہی تھیں۔ غصے کی شدت سے ماتھے کی رگ پھڑکنے لگی۔ یہ غصہ، یہ جھنجلاہٹ حسد و رقابت کی وجہ سے تھا اور حسد اور رقابت کا جذبہ اس وقت ابھرتا ہے، جب درمیان میں محبت ہو۔

"تو کیا مجھے ارحم سے محبت ہو گئی ہے۔" وہ حیران حیران سی زیر لب بڑبڑائی۔ رمشا اور ثمر کا سن کر جلنا، کلسنا، ان سے نفرت کا اظہار کرنا۔ مومنہ نے دل کو ٹٹولا تو جواب ہاں میں پا کر وہ ششدر رہ گئی تھی۔

یہ تمام رات اس نے جاگتے گزار دی تھی۔ نہ جانے کون سا پہر تھا جب دروازہ زوردار آواز میں دھڑ دھڑایا گیا۔ مومنہ مندی مندی آنکھیں کھول کر دروازے تک آئی۔ سامنے رحیم بھائی کھڑے تھے۔ وہ گھبرا اٹھی۔

"کیا بات ہے رحیم بھائی۔"

"ارحم کی گاڑی پر سہیل نامی شخص نے فائرنگ کی ہے۔ اس وقت وہ ہسپتال میں ہے۔ چلو تم میرے ساتھ۔" مومنہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی تھی اور پھر بے جان ٹانگوں کو بمشکل گھسیٹتے ہوئے نیچے آئی تو مامی جی اور کرن کو بے تحاشا روتے پایا۔ ماموں کی حالت بھی کافی خراب تھی۔ وہ تو ویسے بھی ہارٹ پیشنٹ تھے۔ سامعہ بھابی اور کرن نے انہیں تھام رکھا تھا۔ جب وہ ہسپتال پہنچے تو بہت سے اخباری نمائندے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ ڈاکٹرز کی ٹیم الرٹ تھی۔ مومنہ پوری رات ٹھنڈے فرش پر بیٹھی ساکت سی آپریشن تھیٹر کے بند دروازے کو دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بہت سے منظر لہرا رہے تھے۔ کرن کی گود میں دبکی ثمر کو غیر ارادی طور پر اپنی طرف کھینچ کر سینے میں بھینچتے ہوئے وہ بے آواز رو دی تھی۔

رحیم بھائی بتا رہے تھے کہ سہیل، دانش کا وفادار ملازم تھا۔ نہ جانے کیسے بچ بچا کر سہیل کراچی بھاگ آیا تھا۔ یقیناً" اپنے مالک کا بدلہ لینے کے لیے وہ لاہور آیا تھا مگر اس دفعہ موت کے خطرناک شکنجے سے بچ نہ پایا۔"

بیالیس گھنٹوں کے صبر آزما انتظار کے بعد ارحم کو ہوش آیا تھا۔ ڈھیروں کے حساب سے صدقہ و خیرات کھانا پکوا کر یتیم خانے بھجوایا۔ مامی جی تو ارحم کے بار بار مرتبہ کہنے پر بھی ہسپتال سے گھر نہیں گئی تھیں۔

ڈیڑھ ماہ بعد اسے ڈسچارج کیا گیا تھا۔ اس دوران کئی مرتبہ ان کا سامنا ہوا تھا ارحم ہر دفعہ ہی اسے دیکھ کر آنکھیں موند لیتا۔ اس دن بھی جب وہ ارحم کے لیے جوس لے کر آئی تو ارحم نے پینے سے انکار کر دیا۔ مومنہ اس کی بے رخی پر بے اختیار رو پڑی۔ وہ سب سے ہنستا بولتا تھا سوائے اس کے۔

"کیوں کر رہے ہیں آپ میرے ساتھ اس طرح۔ آپ کے "فراڈ" پر ناراض مجھے ہونا چاہیے تھا اور خفا آپ ہو گئے ہیں۔" ارحم اس کے "آپ جناب" کہنے پر چونک اٹھا۔

"نا اتنے احترام سے بلاؤ مجھے۔ خوامخواہ ہارٹ اٹیک ہو جائے گا۔ اور یہ فراڈ والی کیا بات ہوئی۔ میں تو خود موقع کی تلاش میں تھا۔ تمہیں اعتماد میں لے کر سب کچھ بتا دینا چاہتا تھا مگر....." اس نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"ارحم پلیز۔"

"جاؤ تم اب..... میں سونا چاہتا ہوں۔" وہ رکھائی سے بولا۔ مومنہ لب بھینچتے ہوئے اٹھی اور ٹیرس پر آکر اپنی چیئر پر بیٹھتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"ماما آپ ادھر ہیں اور میں آپ کو نیچے ڈھونڈ رہی تھی۔" ثمر نے اپنا نرم ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ کر اوپر سے جھک کر کہا۔ مومنہ نے چہرہ صاف کر کے اسے گود میں بٹھا لیا۔ اسی پل فٹ بال سے کھیلتا نومی بھی آ گیا۔

"ثمر! تمہیں چاچو بلا رہے ہیں۔"

"آئیں ماما چلیں۔" ثمر اچھلتی ہوئی اٹھی تھی پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگی۔

"آپ جاؤ بیٹا! میں ابھی آتی ہوں۔" اس نے نرمی سے کہہ کر ثمر کو بھیجا اور پھر آسمان کی وسعتوں میں نہ جانے کیا کھوجنے لگی تھی۔ چند دن پہلے رمشا کی کال آئی تھی۔ وہ غیر ارادی طور پر رمشا کے متعلق سوچنے لگی۔

"میں نے ثمر کو یہ نہیں بتایا کہ میں اس کی ماں ہوں ہمارے ہاں ماں بننا گالی سمجھا جاتا ہے۔ میں ثمر کی آنٹی ہوں اور جانتی ہو مومنہ کہ ثمر کی ماں کون ہے۔ اس کی ماں تم ہو۔ میں نے ثمر کو بتایا ہے کہ مومنہ ہی اس کی ماں ہے۔ ارحم کی بیوی کوئی بھی ہوتی اسے ثمر کی ماں بننا تھا۔ میری ثمر نے پل پل لحہ لحہ ماں کے ہوتے ہوئے بھی "ماں" کا انتظار کیا ہے۔ ثمر کو آغوش میں لے لو مومنہ! اسے میری التجا سمجھ لو۔" اس وقت تو مومنہ نے تنفر سے فون بند کر دیا تھا مگر جس رات ارحم ہسپتال میں تھا اس رات ثمر جس طرح بے قراری سے اس کی طرف لپکی تھی اور بے تحاشا روئی تھی۔ اس پل مومنہ کو اپنا دل موم کی طرح پگھلتا محسوس ہوا تھا اور وہ بے یقینی سے اس کے دوپٹے کا پلو تھام کر کہہ رہی تھی۔ "ماما! مجھے چھوڑ کے مت جانا۔"

نہ جانے کتنی دیر وہ سوچوں میں الجھتی رہی۔ سامعہ بھابھی کی آواز سن کر وہ تیزی سے نیچے چلی آئی تھی۔

UrduPhoto.com

ماما جی نومی اور ثمر کو اپنے دائیں بائیں بٹھا کر کھانا کھلا رہی تھیں۔ جبکہ ماموں کی گود میں ثمر کی گڑیا تھی جسے کمبل میں لپیٹ رکھا تھا اور وہ بار بار مڑ کر اپنی گڑیا کو دیکھ رہی تھی۔

"دادا ابو! گڑیا کو فیڈر دیں یہ رو رہی ہے۔"

"کہاں رو رہی ہے۔ آواز تو نہیں آئی۔" نومی نے حیرانی سے کہا۔ ثمر نے کچھ خفگی سے نومی کی طرف دیکھا تھا اور ایک دفعہ پھر انہیں نیا حکم دیا۔

"دادا ابو! گڑیا کو اب سلا دیں۔ اسے نیند آ رہی ہے۔"

"سو رہی ہے بیٹا! دیکھو تو اس کی آنکھیں بند ہیں۔" ماموں نے بلند آواز میں اسے یقین دہانی کروائی تھی وہ کچھ مطمئن ہو کر کھانا کھانے لگی تھی۔ مومنہ مسکراتے ہوئے کچن میں چلی گئی۔

سامعہ بھابھی نے ارحم کا کھانا ٹرے میں سجا دیا تھا۔ وہ ٹرے اٹھا کر ثمر کو ساتھ لیے اوپر آ گئی۔ ارحم کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر اس نے کتاب بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔ "دیکھو تو ٹائم کیا ہو رہا ہے۔ سونا نہیں تم نے۔" ارحم نے خفگی سے ثمر کی طرف دیکھا۔ وہ سرعت سے بیڈ پر چڑھ گئی۔ مومنہ نے ارحم کی طرف ٹرے بڑھا دی تھی۔ پھر جب ثمر کے لیے دودھ کا گلاس لے کر آئی تو وہ باپ سے الجھ رہی تھی۔

"ادھر ماما سوئیں گی ادھر میں اور ادھر گڑیا تو پھر پاپا کہاں سوئیں گے۔" ثمر ہاتھ کے اشارے سے اسے بتاتے ہوئے پریشانی سے بولی۔

"پاپا کا بستر اسٹڈی روم میں لگا دیں گے۔" مومنہ نے شرارت سے کہا۔ ارحم بے نیازی سے کھانا کھانے میں مصروف تھا۔ وہ کھانا کھا چکا تو مومنہ اس کے لیے چائے بنا لائی۔ چائے دیکھ کر اس نے منہ بنا لیا تھا۔

"مجھے نہیں پینی چائے وائے۔"

"دودھ تو آپ پیتے نہیں ہیں۔ چائے میں تھوڑی سی پتی ڈالی ہے میں نے۔" مومنہ نے مگ اس کے ہاتھ میں تھمایا تو اس نے بمشکل ہی دو تین سپ لے کر مگ اسے واپس پکڑا دیا۔ مومنہ گہری سانس خارج کر کے ثمر پر کمبل پھیلانے لگی تھی جو کہ گڑیا کو ساتھ لگائے سو بھی چکی تھی۔ لائٹ آف کر کے جب وہ باہر نکلنے لگی تو ارحم نے اسے آواز دے کر روک لیا۔ وہ بنا کچھ کہے پلٹ آئی۔

"ان نوازشات کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔ مجھ غریب پہ کیوں احسانات کی بوچھاڑ کی جا رہی ہے۔"

"میں کوئی احسان نہیں کر رہی۔ یہ میرا فرض ہے۔" وہ اس کے طنز کو نظر انداز کر کے آہستگی سے بولی تھی۔

"بڑی جلدی فرائض یاد آ گئے ہیں۔"

"آپ جو بھی کہہ لیں۔" مومنہ نے بات سمیٹی۔ ویسے بھی بحث کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ اٹھنے لگی تو ارحم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ بیٹھو ادھر۔" وہ مسکراتے ہوئے بولنے لگا۔

"اگر مجھے خبر ہوتی کہ دو چار گولیاں لگنے کے بعد میری ویلیو اتنی بڑھ جائے گی تو یہ کام کچھ عرصہ پہلے ہی کروا لیتا۔" مومنہ نے بے حد ناراضی کے عالم میں اس کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اب بھی یقیناً طنز ہی کر رہا تھا۔ مومنہ تپ اٹھی۔

"سوچا تھا کہ اب تو آپ ضرور سدھر جائیں گے مگر۔۔۔۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ اتنا کچھ ہونے کے بعد تم بھی کہہ دو گی کہ ارحم مجھے تم سے محبت ہے مگر۔۔۔۔" ارحم نے بڑی بے چارگی سے کہا۔

"آپ نے جو بات کرنی ہے کریں۔ مجھے جا کر نماز ادا کرنی ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"کر لیتے ہیں بات بھی۔ اتنی جلدی کیوں ہے تمہیں۔"

"ارحم پلیز۔" مومنہ زچ ہو اٹھی۔

"ہاں۔۔۔۔ تو میں نے تم سے یہ کہنا تھا کہ تم کچھ موٹی نہیں ہوتی جا رہیں۔" ارحم اسے اٹھتا دیکھ کر ایک دم اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھاتے ہوئے بولا۔

"آپ کو یہ کہنا تھا۔" مومنہ دانت پیس کر بولی۔

"کہنا تو بہت کچھ ہے تم سنو تو سہی۔" وہ جان بوجھ کر اسے تنگ کر رہا تھا۔ مومنہ سمجھ چکی تھی۔ اسی سہولت سے اٹھی مگر ارحم نے اسے اشارے سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ اب وہ کچھ سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم چاہو تو ثمر کو الگ بھجوا دیتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ثمر کی وجہ سے تم ذہنی اذیت کا شکار نہ ہو۔ میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔" کافی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ آہستگی سے بولا تھا۔ مومنہ چونک سی گئی۔

"میں اب بھی خوش ہوں۔"

"نہیں۔۔۔۔" ارحم نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں جانتا ہوں کہ ثمر کی موجودگی تمہارے لیے باعث تکلیف ہے۔"

"آپ غلط سوچ رہے ہیں۔"

"میرے عذاب ہیں وہ میں ہی بھگتوں گا تم کیوں ان کا شکار ہو۔ میری سزا یہی ہے کہ میں ثمر سے دور رہوں۔" وہ کرب سے بولا تھا۔ مومنہ کی پلکیں نم ہو گئیں۔

"میری خوشی اسی میں ہے کہ ثمر اپنے والدین کے پاس رہے۔ آپ زیادہ ڈائیلاگز مت جھاڑیں۔" مومنہ نے محبت سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا ارحم نے [illegible] کر اس کے چہرے پر لکھی سچائی کو پڑھا۔

"تم سچ کہہ رہی ہو۔"

"ہاں بالکل۔" وہ مضبوط لب و لہجے میں بولی تھی۔

"اصل میں مومی! میں یہ نہیں چاہتا کہ جب ہمارا بیٹا ہو اور تمہاری توجہ کا مرکز بس وہ ہی بن جائے۔ اس طرح ثمر نظر انداز ہو گی۔ میں نہیں چاہتا کہ ثمر میرے جیسی محرومیوں کا شکار ہو۔ میں اپنے بچوں میں تفریق کر کے انہیں دوہری شخصیت کا مالک نہیں بناؤں گا کہ وہ محرومیوں کو اجاگر کرنے کے لیے کسی غلط راستے کا انتخاب کریں۔" اس کے لہجے میں محرومیوں کے کانچ چبھ رہے تھے۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا ارحم! میں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں رکھوں گی۔ ثمر کی حیثیت اور اہمیت اپنی جگہ ہو گی۔ آپ ایسا سوچیے گا بھی نہیں۔" اس نے یقین بھری مسکراہٹ لبوں پر سجائی تو ارحم بھی آسودگی سے مسکرا دیا۔

"ویسے ہمارا "ولی عہد" آئے گا کب؟"

"کون۔" وہ اپنے ہی دھیان میں تھی چونک کر بولی۔

"ہمارا بیٹا۔" وہ مومنہ کے چہرے پر پھیلتی شفق کو دیکھ کر مسکرایا تو مومنہ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر تیزی سے اٹھی۔ وہ اسے پکارتا ہی رہ گیا تھا۔

"ٹانگ پر پلاسٹر چڑھا ہے۔ اٹھ نہیں سکتا میں' اچھی مجبوری ہے۔ چلو خیر کبھی تو ہاتھ آؤ گی نا۔" وہ اسے دھمکا رہا تھا۔ مومنہ مسکراتے ہوئے وضو کرنے چل دی۔ اس پر سجدہ شکر واجب ہو گیا تھا اور وہ کیوں نہ اس رحیم کریم رب کا شکر ادا کرتی جس نے ایک مرتبہ پھر اسے ارحم لوٹا دیا تھا۔

ارحم نے بھی آسودگی سے آنکھیں موندیں۔ اندھیرے چھٹ گئے تھے۔ دودھیا روشنی چہار سو پھیل گئی تھی۔

☼ ☼

UrduPhoto.com